

زود پیشیاں

اُردو میں اپنے طرز و انداز کا سب سے پہلا اوردو لچپ ڈراما

از
ناظر

جس کی ابتدا میں

مولانا عبد الحلیم شرر، پروفیسر مرزا محمد امدادی (مرزا رسوا)، مولانا سید سلیمان ندوی و مشرید مجاہد
کی دلچسپ تقریظات بھی شامل ہیں

! ہتمام اسحاق علی علوی، مالک، مطبع

النَّاظِر پریس واقع لکھنؤ میں چھپ

قیمت ۸

(جلد حقوق محفوظا)

۱۲۸۵ھ

تقریبات

(۱) مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

یہ اردو میں ایک نیا ڈراما ہے، جو ایک فلسفیانہ دماغ والے قاتل دکھائے گا جو ان کے قلم سے مکمل ہو کر اس پلاک کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ جس کا ہمت ہی محدود حصہ اس مذاق سے آشنا ہے۔

مصنف یعنی جناب "ناظر" کا مذاق بہت گہرا عالمانہ ہے۔ ان کا دماغ ڈیپ لٹریچر میں نظریاتِ دقیق کا عادی ہے، اور ہر مسئلہ پر استدلالی عنوان سے غور کرتا ہے۔ مگر وہ اسے اس تصنیف میں اپنے عالم اسباب سے زیر وستی پہنچانے کے حُسن و عشق کی دنیا میں لائے ہیں، جہیں علت و سبب پر غور کرنا جرم ہے۔ اسی وجہ سے جذبات کا انہار کرتے وقت وہ اپنے اصلی عالمِ فلسفہ میں واپس چلے گئے ہیں مگر خوشی کی بات ہے کہ اس سے کسی قسم کی بد مزگی پیدا ہونے کے بجائے ڈراما کا لائٹ لٹریچر ایک لطافت کے ساتھ گرتا رہا اور دقیق ہو گیا ہے۔ سچی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ بجائے کامیڈی کے حضرت ناظر نے اس ڈراما کا خاتمہ ٹریجڈی پر کیا جو اس میں شک نہیں کہ ایک اثر پذیر دل حسرت و اندوہ کے واقعات کو زیادہ پسند کرتا ہے اور بار و فنِ عالیشان قصداً یوان کو چھوڑ کر منہمک کندہوں اور عجبر ناک

دیہ افوں کی سیر کرتا ہے مگر دنیا کا عام مذاق دل لگی کی باتوں اور کامیابی و
شنا و دمانی کے افسانوں کی طرف جس ذوق و شوق سے متوجہ ہوتا ہے، غم کی
داستانوں میں نہیں مصروف ہو سکتا۔

ہندوستان ہی نہیں، انگلستان میں بھی نظر آتا ہے کہ پبلک کا بھجان
ٹریجڈی کی طرف نہیں۔ اگرچہ انگلستان وغیرہ ممالک میں ٹریجڈی کے پسند کرنے
والوں کی تعداد بھی اتنی کافی موجود ہے کہ اگر اس قسم کا کوئی ڈراما کسی قہر میں
دکھایا جاتا ہے، تو اس میں تا کامی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہندوستان میں نیز بحیثیت
ڈراما کی اشاعت کے اور نیز بحیثیت اسکے دکھائے جانے کے ہمیں کامیابی کی
بہت کم امید ہے۔

اسکا پلاٹ روسیو جو لیٹ کو پیش نظر رکھ کر بنایا گیا ہے، اگرچہ اس سے
بالکل جدا ہے.....

یہ واقعات اس ڈراما میں تین ایکٹوں میں تقسیم کیے گئے ہیں جن میں سے
پہلے دو میں چار چار سین ہیں، اور تیسرے ایکٹ میں پانچ سین۔ گفتگو میں اگرچہ
فردوں اور عورتوں کی زبان ایسی خوبصورت نہیں رہی، جیسی کہ ایک اچھے
ڈراما میں ہونی چاہیے، تاہم جن مقامات پر مصنف نے کسی قسم کے جذبات
دلی کو ظاہر کرنا چاہا ہے وہاں ثابت کیوں ہے کہ اسکے قلم میں اعلیٰ درجے کا زور
ہے اور پوری قابلیت سے کام لیا گیا ہے۔

ہر حال ڈراما کی دنیا میں مصنف صاحب کا نقشِ اولیں بہت کچھ کامیاب رہا ہے، امید ہے کہ انکی آئندہ تصانیف بہت زیادہ کامیاب ہوں گی۔

(۲) مولانا سید سلیمان ندوی، ناظم دارالمصنفین

بڑا مہذب دنیا میں کوئی شے خیر محض یا شر محض نہیں، اسکا موقع استعمال خیر یا شر ہوتا ہے۔ شاعری کے سوانحیون لطیفہ کے تمام اقسام آج کل غلات و قارہ متانت سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ اُس عہد میں جیکہ قوم کے تمام قومی شغف تھے ان میں سے کوئی چیز صیب گیری کی مستحق نہ تھی۔ امام مالکؒ اور حضرت عمر بن عبد المعزؓ کا تقدس اور انکا تقویٰ کسکو نہیں معلوم، تاہم وہ غنا کے ماہرین میں تھے۔

ڈراما نویس یا افسانہ نگاری آج فنونِ ادبیہ کی پست ترین سطح ہے، لیکن ہمدانی، حریری، زعفرانی اور سیوطی، جگتا شمار اکابر علمائیں ہے انکے مقامات افسانہ نگاری کے کامل نمونہ ہیں۔

اصل یہ ہے کہ فنِ کامرنبہ اُس جماعت سے کیا جا رہا ہے، جبکہ ہاتھیں اسوقت وہ فن ہے۔ حالانکہ خود جماعتِ کارنبہ فن کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا۔ موسیقی سے بڑھ کر ضربِ فن اور کون ہو سکتا ہے، لیکن اب امیر خسرو سے بہار و خیر آباد کے قوالوں کو کیا نسبت ہے؟

ڈراما کے مقصد یہ ہے کہ ہدایت اجتماعی کی اصلاح شخصی واقعات اور روز
 مرہ کے حوادث سے کی جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ کلاکٹ اور بیجی کی فائسہ گاہوں
 میں اس شریفینہ پسند مقصد کی جس ناپاک اور گندہ طرز تحریر کے ذریعے سے پامالی کی گئی ہے
 وہ مدورجہ تاسف انگیز ہے۔ اس سے زیادہ تاسف انگیز یہ تھا کہ یہ راہ میں جب
 بزنام اور اسپر جلیا اس درجہ خلافت متانت تھا کہ مشاہیر اہل قلم اپنی عزت اور نام
 کے تحفظ کی بنا پر اس راہ میں ایک قدم بھی اٹھانہیں سکتے تھے۔ لیکن اگر مٹہ کہ
 ہماری جماعت کے ایک ممبر نے نہایت جرأت اور بہادری سے اس راستہ پر قدم
 رکھا ہے۔ تاہم آدمی پہلے پہل رسم کے خلاف کسی اچھی سی اچھی بات کو کرتے ہوئے
 بھی جھجکتا اور شرمانا ہے، وہ بھی جھجکتے اور شرمانے ہیں۔ لیکن تم چنانے کی کوشش
 کرنے کے بجائے یہ دیکھو کہ اس تعرش گاہ عالم میں کس طرح ایک ایک قدم سنبھال
 انہوں نے رکھا ہے۔ شخصی اخلاق نگاری کی اُردو میں یہ سب پہلی کوشش ہے
 اور وہ جس درجہ بھی کامیاب ہو، مستحق ستائش ہے۔

قدیم مشرقی مذہب تمدن کے بجائے ہم میں خیلوگوں نے مغربی انداز زندگی اختیار
 کیا ہے، درحقیقت انہوں نے لفظ بدل دیے ورنہ معنی وہی ہیں لغافہ بدل گیا ہے
 نام مطلوب وہی ہے، صرف لباس و سامان ظاہری کی نمائش ہے۔ اصل عادت
 و اخلاق جن سے شخصیت عبارت ہے، اب تک اپنے اصلی رنگ میں ہے۔ ہم نے
 ابھی کرنا نہیں سیکھا ہے صرف کما سیکھا ہے۔ ان اور ان میں تم کو ابھی اسی کی تصویر

نظر آئے گی

(۳۸) پروفیسر مرزا محمد ہادی بی نے صنف امراء و جاوید وغیرہ (مطبوعہ مہر نواز کوٹلی)

سٹر ناظر کا نو تصنیف ڈراما ”زودہشتیان“ میں نے سب سے آخر تک لکھا
 و قبی بہت خوب لکھا ہے۔ لگاتار کو اسی قسم کی تصنیفات کی ضرورت ہے جو عامیہ شائق
 مسلوں کو کنکریٹ Concrete واقعات اور خفیہ مثالوں سے پیش نظر
 کرتے ہیں یا تو یہ لکھ کر دیا جائے کہ عورتوں کو بالکل تعلیم دی جائے، یا اگر تعلیم دیا جائے تو
 پھر اس کے نتائج کے موافق اسے سلوک ہونا چاہیے۔ ازدواج کا وہ طریقہ جو رائج الوقت ہے
 تعلیمی نقطہ مرد و عورتوں کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ میں نے کبھی اس مضمون پر محکم
 میں خاص فرسائی کی تھی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ مرد و عورت میں قبل نکاح کوئی طریقہ یا بھی
 تعارف کا ایسا ہونا چاہیے جس سے ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان لیں۔ یورپین اہل
 خاندانوں میں یہ اجازت دلی و دختر کسی شخص کو جو نکاح کا امیدوار ہو، باہمی تعارف کا
 موقع مل سکتا ہے۔ ہماری شرع شریف جنہی مرد و عورت میں ملنے کا کوئی طریقہ نہیں
 پیدا کر سکتی۔ الا ایک طریقہ ہے اگر مصنف صاحب برائیاں میں تو عرض کر دوں۔ وہ یہ
 ہے کہ ایسے مرد و عورت میں جو ایک دوسرے کی آزمائش چاہتے ہوں بلا شرط جمہوریت
 منع کر دینا چاہیے۔ اس صورت میں مرد و عورت بلا شرعی مزاحمت کے ٹکرائیں گے اور
 بعد چنانچہ وہ یا تو نکاح دائمی ہو جائیگا اور یا قطع تعلق۔ میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں

کہ کوئی دخل نہیں ہے بالکل نیک نیتی سے یہ لے دئی ہے۔ اگر کوئی طریقہ شرعی قرار
کا ممکن ہو تو وہ یہی ہے۔ اور اگر شرع کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو پھر یورپین طریقہ کے
موافق اجازت دلی جائز سے اجازت میل جول کی دینا چاہیے۔

لکھائی چھپائی اوسط درجے کی ہے۔ زبان ڈراما کی ایسی ہی ہے جیسی فی زمانہ تعلیم یافتہ
لوگوں کی بول چال کی ہوتی ہے۔ البتہ لائق مصنف نے اختصار زیادہ کیا ہے جس کے
ڈویلپمنٹ Development پلانکٹات نام نہیں ہوا۔ میرے نزدیک
چند سین یا ایک پورا ایکٹ اور ہونا چاہیے تھا۔

(۴) مسٹر سید سجاد حیدر، بنی لے

بحث، دب و ب کے اکثر انگلستان کے علمی جرائد میں اُبھرتی رہتی ہے کہ وہ
حیرت انگیز ڈرامے جنکا مصنف ٹیکسیر سمجھا جاتا ہے اس میں لارڈ بلیکن کے فلسفی
دامغ کا نتیجہ ہیں۔ اس کمنہ اور ایک حد تک قابل تصنیف بحث میں میرے دوست
ناظر نے میرے لیے ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ حضرت ناظر نے ناظرین
گرام! آپ کے جانے پہچانے، مشہور و معروف مصنف ہیں، لیکن اب تک آپ اُن کے
فلسفی تصانیف اُن کے نئے نئے معنایں کی وجہ سے انکو پہچانتے ہیں اور یہ جامعہ فلسفہ انکو
اب کچھ ایسا زب و دیا ہے کہ یہ رنگ علمی، پیر کچھ ایسا اُٹھاتا ہے کہ وہ خود اپنے تئیں
کسی اور ایسے میں ہی آپ کے سامنے لاتے ہوئے جھپکتے ہیں۔ اور ہے بھی یہی کہ انکو

جیب و دستارِ فلسفہ اُسمار کے جیسے وہ اسی کامیابی سے جلوہ گر ہے ہیں دفتہٴ نسانہ
 نگار تہی اور ڈراما نویس کی کلامی و قبائلی نہیں پہنچی بظاہر اسی ہی معلوم ہوتی ہے کہ
 خانقاہ سے بہ یک جست بچانے میں قدم رکھا جائے۔

مجھے افسوس ہے کہ وہ یہ بانٹنی ٹوپی اور رنگین قبا پہنتے دراز شراٹے بوئے نظر
 آتے ہیں۔ کیونکہ اپنے دیباچہ میں اُنھوں نے اس میدان میں آنے کا جسے وہ پبلک
 کی نگاہ میں مبتدل قرار دیتے ہیں، بہت کچھ عذر خواہی کے لہجے میں ذکر کیا ہے۔ اُسے
 زیادہ اور کوئی کیا واقعت ہوگا، کہ یہ فن، نا اہل ہاتھوں میں پڑ کر ذلیل ہوا ہے،
 اور صحیح مذاق اور عاقل نظر رکھنے والوں سے کسا کلاہ قدیم ہے کہ وہ اسے اپنے
 ہاتھوں میں نہیں لیتے۔

مے کہ بدنام کند اہل خرد و غلط است بلکہ مے مشو واد صحبتِ نادوں بدنام
 میں خوش ہوں کہ ناظر نے اس طرف توجہ کی، اور وہ ایک بڑی عمدہ کامیاب
 بھی ہوئے۔ ”زہد پشیاں“ ادبی حیثیت سے، اور نیز (میں انھیں کا لفظ استعمال کرتا
 ہوں) کیرکٹر نگاری کی حیثیت سے ایک تصنیف لطیف ہے۔

میرے نزدیک وہ یوسف کی تخلیق میں بہت زیادہ کامیاب ہوئے ہیں،
 لیکن انھوں نے ڈراما لکھتے وقت اس بات کو پیش نظر رکھا کہ یہ ایسا ہو کہ کوئی کہیں
 اور وہ بھی آجکل کی ناٹک کہیں اُسے ایسیج پر ایکٹ کر سکے، ایسے اجزا کو دخل دیا جو
 اسکی ادبی حیثیت کی تعقیص کرتے ہیں۔ ان اجزا میں جزو اعظم سطر سٹی ہیں جس

مسلے کو انھوں نے موضوع تصنیف قرار دیا ہے اس میں شک نہیں کہ ہماری موجودہ سوسائٹی کے اہم ترین مسائل میں سے ہے حق انتخاب مناکحت میں بالکل نظر نہیں دیا جائے یا نہ دیا جائے اور دیا جائے تو کس درجہ تک اور کس حد تک استعمال کرتے ہیں۔ وہ اب تک نہ یہ شہادتیں ہیں نہ ثبوتیں نہ اساتذہ کے ہر سوال پر ایسی فصیح غلطیاں کی ہیں کہ تو اب باقر حسین سے سرور و ملیں اور زیبا و نوبہا سو داؤدہ دلی، رفاقت، داد و محاربات کے تمام لوازمات پہ ایک ڈور پر نہ نظر نہیں آسکتے ہیں؛ اور اگر ڈال سکتے ہیں تو ڈالنے کی کوشش کبھی نہیں کیا نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری سوسائٹی کے نظام میں، بسیمین، فاطمہ بی بی کے ایک طویل حصے تک مرد بھی، اپنے والدین کے دست نگر رہتے ہیں آیا یہ جائز بھی ہے کہ حق انتخاب تو نوجوان کو دیا جائے اور ازدواج کے مصارف اور ازادیاں اس کے علاوہ باقی تمام ذمہ داریاں، نوجوان میاں بیوی کے والد کے سر میں پیر کر لے میں یہ مسائل نہایت غور طلب ہیں اور ”ڈور ڈھپیاں“ ان مسائل کے تاریک و غیر مشکف پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر نہایت دلچسپ و نہایت مؤثر روشنی ڈالتا ہے۔

سب سے بڑا خطرہ امتیاز یہ حامل ہوتا ہے کہ بھائیوں کی طرح نقلیں کرتا رہے۔
 لوگوں پر ڈالتی محنت کرتا ہے اور متانت و سخیڈگی سے ڈاکوئی دہسٹری نہیں رکھتا۔
 اور غور کیجئے تو یہ رسل حیرت انگیز بھی نہیں۔ آپ سیرت سنانے اپنے
 معلومات کا اظہار کرتے رہیں، ریاضی کے مسائل بیان فرماتے رہیں، الہیات
 و ظہیات پر درس دیتے رہیں، میرا ان سے کیا ہرج ہو تا ہے؟ میں خوشی
 سے آپ کے کمالات اور آپ کی فضیلت کے اعتراف کے لیے تیار رہوں گا۔
 لیکن جب آپ اہل علم کے معجزہ کو گالیاں دینے لگیں، میری برادری والوں
 کے پترے میرے ہی سامنے لکھونے لگیں، میری ہونٹوں کے چال چلن کو سر
 بازار نام کیجیے، اور غیروں کے سامنے پرے بھائی بندوں کی عاتقی زندگی کے
 کچے چٹھے سنانے لگیں، تب تو جواب والا مجھ سے بھی کسی طرح ضبط میں ہو سکتا۔
 اور نہ آپ کو اسکی توقع رکھنی چاہیے۔ اسی حالت میں آپ کا ذہن ابھی ادب و
 احرام لمحوہ نہیں رکھ سکتا۔ اور حوا اس کے کہ آپ کو شہداء اللہ، مکینہ سمجھ کر جو کچھ
 جی میں آئے کہہ ڈالوں اور کوئی صورت ممکن نہیں خواہ آپ اپنی بریت
 میں لاکھ یہ عذر پیش کرتے رہیں کہ آپ نے جو کچھ کہا، اس سے مائٹا کسی خاص شخص
 یا اشخاص پر حملہ مقصود نہیں، بلکہ سوسائٹی کی عام حالت کی مصوری اور اس کی
 اسطرح مد نظر تھی۔

سب سے ہی حال دیکھو اس میں پلنگ کا نام ہے۔ ڈراما نویس جس کو اس میں نہیں

کھو گیا ہے جس سوسائٹی میں نشوونما پاتا ہے، اسی کی کمزوریوں کو فلسفیانہ ذرا
میں اور مجروحات و تعمیرات کے پردے میں نہیں بلکہ معمولی روزمرہ میں اور گرد و پیش
کی مادی و محسوس مثالوں کے ذریعے سے ظاہر کرتا ہے۔ وہ انسانِ محض کی پروردہ کی
نہیں کرتا، بلکہ زید اور بکر کے نام لے لیکر کرتا ہے، وہ نقشہ گوہریت اجتماعی ہی کا
کمپینچتا ہے، تاہم اپنے خاکہ کا سالانہ افراد کی زندگی سے لیتا ہوتا ہے۔ اس کے
فن کی نوعیت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ

ہر چند ہوشیار ہد حق کی گفتگو نبی نہیں، جادوہ و ساغر کے بنیر
گویا جو سلوک ایک مشہور نثر میں ”گھر کا بھیدی“ ”لٹکا کے ساتھ کرتا ہے“ وہ ایک
ڈراما نویس اپنے ماحولِ اجتماعی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے ایسی حالت میں سماجی
اسے اپنا سب سے بڑا دشمن، سب سے بڑا جرم، مارا آتشیں اور شکن ابد عہد، غلام،
بد باطن وغیرہ جو کچھ بھی سمجھے کہے۔

یورپ اور ہندوستانِ قدیم میں تمدن کی نوعیت، المبدی نے بعض خارجی
اسباب پیدا کر کے اس فطری احساس کو مٹا دیا۔ اُردو دواں پہلک ابھی چونکہ
ان اثرات سے چنداں متاثر نہیں ہوئی ہے، اس لیے یہاں اس صورتِ حال کا
پیش آنا ممکن ہے

موجودہ ڈراما ستایہ اُردو میں اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز ہے۔ جو لوگ

تھیٹروں میں اُردو حکیم و پوڈراموں کے دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ غالباً انھیں خشک و
 بے مزہ معلوم ہو، کیونکہ نہ انکی شرمیں کافیہ ملحوظ رکھا گیا ہے، نہ انکی عبارت میں
 رنگینی پیدا کی گئی ہے۔ اس میں شاہی درباروں کا سامان دکھایا گیا ہے، اور نہ ہی
 اس کے صفحات میں وہ رنگ ملیں گے، جس کا مفہوم ہم جیسے ناخوش کی استعداد
 سے بالاتر ہوتا ہے۔ جن حضرات کا ذوق اس قسم کا واقع ہوا ہے، انھیں
 صفحاتِ آئندہ میں اپنی دلچسپی کا سامان نہیں مل سکتا۔ اس میں ایک سختی
 گھٹانے اور بعض نوسخہ الحال افراد کی زندگی کا متعبد سیدھے سامنے اٹھنا پڑا ہے
 کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے ممکن ہے کہ بعداً معاشرت کے بعض پہلوؤں کی
 بھی اصلاح رونق ہو۔ اور اس کا فیصلہ صرف مستقبل کے ہاتھ میں ہے کہ یہ کوشش
 کہاں تک کامیاب رہتی ہے۔

ڈراما نویس کا سب سے مقدم فرض یہ ہے، کہ کیرکٹر نگاری کا دامن ہاتھ
 نہ چھوڑے۔ اس فرض کو اوراقِ آئندہ میں پوری طرح انجام دینے کی کوشش
 کی گئی ہے۔ وہ ایک مقام پر جہاں اہل نظر کو اس حیثیت سے تامل ہوگا وہاں
 یہ بھی ملحوظ رہے گا۔ مد نظر رکھا گیا ہے، یعنی یہ غرض پیش نظر رہی ہے کہ
 اگر کسی وقت یہ ڈراما کسی تھیٹٹر کی کہانی میں کھیلا جائے، تو انکی دلچسپی میں
 فرق نہ آنے پائے۔

یہ ڈراما "الانظر" کے صفحات میں خیر بھی تبدیل ہو چکا ہے، جس سے مقصد

صرف یہ دیکھنا تھا کہ پیلاک اسے قبول کرنے کے لیے کہاں تک تیار ہے۔ اس کے
 شایع ہوتے پر متدوا حجاب نے، جنگی زندگی، علم و ادب کی خدمت میں صرف
 ہوئی ہے اور جو شاید اُردو پر ایک طرح کا حق اور دعویٰ رکھتے ہیں، مصنف کی
 کافی حوصلہ افزائی کی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ چند افراد پیلاک نہیں بن سکتے تو
 کا مذاق نہ ایک دن میں بنتا ہے نہ ایک دن میں بگڑتا ہے۔ قوم کے مذاق میں جسے
 تغیر کرنے کا حوصلہ ہو، اس کے ممبر استثنائی ضبط و تحمل کی کوئی حد نہ ہونی چاہیے۔
 شروع شروع ایسے یقیناً سخت سے سخت طے ہو گئے اور ہر طرف سے اس کی تحقیر و
 تضحیک ہو گئی، لیکن اگر مستمر طور پر کوششوں کا سلسلہ جاری رہے تو کیا محب ہے کہ
 وہ جی بھٹکے خیر اور محاربت انہیں شخص کچھ مدت کے بعد اپنے عزائم میں کامیاب ہو جائے
 اُردو افسر پھر میں حالی کی تازہ مثال سامنے موجود ہے۔ جس زمانے میں مفتی مولانا
 شایع ہوا ہے ہمارے درمیان، مخدانی نے اس زور و قوت کے ساتھ پھر حکم کیا تھا
 کہ معلوم ہوتا تھا حالی کے پرزے پرزے اڑ جائیں گے لیکن آج کچھ عرصہ کے بعد ہوا کا رخ
 بدلا۔ اور اب جو دیکھا، تو کل تک جن حلقوں میں حالی کا نام لیا، ان کی محبت تھا
 آج وہی انکی پشت پر آ رہا ہے۔

یہ بھی واضح ہے کہ یہ انگریزوں کی دوا، مصنف کی بہت بڑی کامیابی تھی۔
 ڈراما نویس کی کتابیں اس کے لیے اس قدر نا پسند تھیں کہ ان کی تضحیک
 اوقات کا سبب ہو گیا۔ مصنف کو کمال عجز اس کا اعتراف ہے کہ شاید اس کے

اسکول کی کئی سیمیاں اسکی محدود عقل سے میت بالاتر ہیں۔ وہ اس فن کا پیہر،
 شکسپیئر اور مرٹن شکسپیئر کو سمجھتا ہے اور اسی پر اسکو فخر ہے۔ اخلاقی مذاق ایک
 فطری شے ہے یہ کسی بحث و مناظرہ سے نہیں مٹ سکتا۔ ہر شخص کی اپنی اپنی
 بصیرت ہوتی ہے اور اسی کے مطابق کلام کرتا ہے۔ جس ملک کے ناقدین سخن آئیرلینڈ
 و آئرش کا نام غالب کے مقابلہ میں پیش کرتے ہوں، اگر اسی کے بعض افراد شاعرا
 کو شکسپیئر کا ہمسر و مقابل قرار دیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟
 یہ حال اگر یہ کوشش ملک میں مقبول ہوئی تو بہتر ہے، اور اگر نہ ہوئی تو اسکا
 بھی چنداں افسوس نہ ہوگا۔

نہ تائیش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
 گر نہیں ہیں مرے اشتہا میں سنی نہ بھی

”ماظر“

اشخاص ڈراما

فلد آباد کے رئیس ،
 انکے چھوٹے بھائی
 باقر حسین کی تعلیم یافتہ لڑکی - (ہیروئن)
 باقر حسین کا ماتر القتل لڑکا، مسنی کا شہیر (کامک کیئر کیئر)
 نواب باقر حسین کا ایک عزیز نہایت تعلیم یافتہ نوجوان، چوٹی
 پر عاشق ہوتا ہے - (ہیرو)

باقر حسین اور انکے سارے خاندان کا خالص دوست اور غیر خواہ
 شہرت کے مالک (کامک کیئر کیئر)

ہلڈنگ کالج کے پروفیسر

یوسف کا ایک دوست

مسنی کی چھوٹی زاد بہن، اُس سے کچھ بڑی -
 مسنی کی خالہ زاد بہن، اُس سے کچھ چھوٹی -

مس جبین، مذہکار، طوائفیں، بوغفون، وغیرہ

نواب بہت حسین
 نواب باقر حسین
 مسنی

شہرت
 یوسف

مہاراجہ
 شہر کے پیشی

حجری
 گھوڑا
 و اچا

خلیل
 عشرت
 نرہت

چند دلچسپ ڈرامے

ہیملٹ - ٹیکسیر کا مشہور ڈرامہ ہے۔ لیکن آباد کرنا نسل و ایل شہزادہ کی بی بی سے لے کر دو کا لباس پہنایا اور دینا میں ڈرامہ اور مالی تاج پر ظہار نہ بحث کر کے خلاصہ قصہ بیان کیا اور اس پر تنقید لکھی ہے (طبع ثانی) قیمت غیر

تشیخ فرانس - ٹیکسیر کے لا جواب ڈرامہ ہنری، جی نقشہ کا کا ترجمہ مولیٰ نقیض حسین آثار نے اس خوبی سے کیا ہے کہ اردو عبارت میں بھی ٹیکسیر کے اندر یہ ایک کاملہ آواز جو زود پیشانی کی طرح یہ ڈراما بھی الناظر کے ساتھ شایع ہو چکا ہے۔ قیمت ۱۰

وگرم اردو - ہاگوئی کالی داس کا مشہور ڈرامہ، جسے مولوی عزیز الدین نے سابق ہوم سکرٹری ریاست حیدر آباد نے بڑی محنت و قابلیت سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ اس کے سبب مقدمہ میں سنکرت کے ڈراموں کی تالیف اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے اور کالی داس کا مواد نہ ٹیکسیر اور انیس سے لیا گیا ہے۔ (طبع ثانی) قیمت ۱۰

یہ لکھی مجھوں - یہ منظوم ڈرامہ لکھنؤ کے مشہور ادیب و شاعر طغی و عالم جناب مرزا ہادی رتوابی اس کے قلم سے۔ قیمت ۱۰

سیکفرن اور لوسی - امیر آغا و شفی احمد علی شفیقہ دہلوی کا طبعی ڈرامہ ہے۔

لے کا پتہ :- الناظر اب آجیسی لکھنؤ

زودیشیاں

ایک طاول

سین (۱)

(درمیں خلد آباد، نواب راجت حسین کے بھائی باقر حسین کعباں تقریباً ۱۰۰
دختریں جن ہے۔ بت سے محان جہاں ہیں۔ طواضیں لگاتی بجاتی نظر آتی ہیں)

ایک طاولت (لگاتی ہے)

ان کو مشغولِ ستم آنکی جھانے رکھا	مجھ کو محرومِ کرم میری و فائے رکھا
اسکو سہل ترے اندازِ دادا نے رکھا	دل یہ کیا جانے کہ شمشیر ہو کیا تیرا کیا
یا چھپا کر مہ تاباں کو گھٹانے رکھا	یہ ترا شعلہ رخ گیسوے شکلیں سے چھپا
ایسا پا بند ہیں حرم دہوائے رکھا	ایک دم ہو نہ سکی ہم کے کبھی طاعت حق
تجھ کو دھوکے میں تری شرم دھپانے رکھا	شوخیوں تیری نہ ظاہر ہوئی خود تجھ کبھی
دل کو غفلت میں سدا نشوونما دے رکھا	مرگ و انجام کا بھولے سے بھی آیانہ خیال

کس زباں سے کہے اپنے میں نظر آزا
تقدیر الفت میں تو اس زلف و توانے رکھا
دوسری (گاتی ہے)

اُنے انداز میں الفت نہ وفا ہوتی ہے
ہاں اگر ہوتی ہے کوئی فوجنا ہوتی ہے
پھر ہے بیاب زباں عرض تمنا کے لیے
دیکھے دیکھے پھر نچھ سے خطا ہوتی ہے
تجھ کو کھلے نہیں دیتی کبھی عصمت تیری
شوخیوں پر بھی تری، مہر حیا ہوتی ہے
رہ ہی جاتی ہیں کبھی اپنی نگاہیں اُنے
وہ بھی حب ایسی ہی تقدیر سا ہوتی ہے
لذت وصل کے منکر تو نہیں ہم، لیکن
لذت کا، مشیر اس سے سوا ہوتی ہے
اس نے خود واریِ ناظر کو مٹا کر چھوڑا
یہ محبت بھی عجب سخت بلا ہوتی ہے
راحت حسین - اچھا - اب رات زیادہ آگئی - دار و نہ، اسوقت کا نعام
دے کہ ان لوگوں کو رخصت کر دو - صبح کو پھر محفل ہوگی - ان لوگوں سے تاکید
کر دو کہ ٹھیک وقت پر آجائیں -
دار و نہ - بہت خوب، خداوند -

(اربابِ مقامِ باطن میں، مٹان بھی خست ہوئے ہیں، صرف دوچار اعز و حباب بہ جاتے ہیں)
ایک دوست - حضرت - اسوقت کا جلسہ تو بہت ہی پر لطف رہا - خدا
تھوٹھ نہ بٹوانے ہم نے تو ایسا جلسہ عمر بھر نہیں دیکھا - ابھی اُس روز مہاراجہ تیارنگر
نے بھی تو جلسہ کیا تھا، مگر تو بیکیے، کہاں وہ، کہاں یہ، قسم خداے پاک کی تو ابھی
آپ نے جلسہ دکھانے کا حق ادا کر دیا -

دوسرے دوست - اچھی آپ نے بھی کس کا نام لیا - راجہ مہاراجہ ہونے سے کیا ہوتا ہے، وہ چاہے بہت تعلیم کے بادشاہ ہو جائیں، مگر وہ دل کہاں سے لائیں گے، جو چارے نواب صاحب کا ہے -

راحت حسین - خیر، یہ آپہ نصرت کی محبت و عنایت ہے، جو میری یوں قدر افزائی کرتے ہیں - وہ نہ ہم لوگ کیا اور چاری بساط کیا -

باقدر حسین - گرجے میں ایک بات کی کہی رہ گئی - وہ یہ کہ بھابھی جان نہ شریک ہوئیں - انکے آنے سے یقیناً رونق دو بالا ہو جاتی -

راحت حسین - دیکھو، باقر - اگر تم اس طرح کی باتیں مذاق میں کرتے ہو، تو کچھ مضائقہ نہیں - وہ تمہاری بھالو ہیں اور تمہارے اگلے مذاق کا رشتہ ہے لیکن اگر سنجیدگی سے کہہ رہے ہو، تو تم جانتے ہو کہ میں کبھی اس خیال میں تم سے متفق نہیں ہو سکتا - ہمارے شریعت زادوں کی فطرت ہی اسے مخالفت ہے کہ وہ کبھی اپنی خوشی سے غیر مردوں کے سامنے آئیں -

باقدر - تعجب ہے کہ آپ کو میری گفتگو پر مذاق کا لگنا ہوا - آپ دیکھتے نہیں کہ خود دشمنی کی والدہ اس طلبہ میں موجود ہیں - اس سے زیادہ آپ میری سنجیدگی کا کیا ثبوت چاہتے ہیں؟ ہمارا عورت کی فطرت کو پودہ کی جھٹ میں لانا تو میرے آپ کے بارہا اس سلسلہ پر گفتگو آچکی ہے - بھائی جان، معاف کیجئے گا، آپ کے خیالات اس بارے میں سخت مشرقی و منحرف ہیں - آپ کو یاد ہو گا میں بھی

ایک زمانہ میں آپ کا ہم خیال تھا۔ لیکن یورپ جان کر مجھے اندازہ ہوا کہ ان عورتوں پر اور سب طرح کے مظالم روا رکھتے ہیں وہاں ایک یہ نہیں ہے اور میں نے وہیں یہ تہیہ کر لیا کہ اگر سارے ہندوستان میں نہیں تو کم از کم اپنے خاندان میں اس رفتار کو ضروری جاری کرونگا۔ اہل مشرق اور اساطیر میں نہایت تاریک خیال واقع ہوئے ہیں۔ ایک پردے پر کیا موقوف ہے، نکاح، طلاق، تسلیم نسوان، غرض ہر ایسی رسم جس کا تعلق عورتوں سے ہے، شدید ہمارے کی محتاج ہے۔ روشن خیال گروہ کی کوئی منتہا ہی نہیں۔

مولوی ہدایت اللہ - خیر۔ وہ قدیم مشرقی گروہ تو قابل الزام ہی ہے، مگر مجھے مغربی تعلیم یافتہ گروہ کی بھی اخلاقی و سماجی حالت بہتر نہیں نظر آتی۔

باقر۔ اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں، مگر کام کرنا نہیں جانتے۔ میری عادت عام لوگوں کے برخلاف یہ ہے کہ میں کام کرنا جانتا ہوں، باتیں کم کرتا ہوں اور کام زیادہ کرتا ہوں۔

ہدایت اللہ - بارہا یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کے کام نہ کر سکتے ہیں سب سے زیادہ معترض ہوتے ہیں، وہی خود سب کم کام کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ "عمل ہونا چاہیے" بھی قول ہی ہے، عمل نہیں ہے۔

دوست حسین - اچھا، اب اس بحث کو الگ کیجیے، اپنا اپنا خیال یاد رہی، اپنی بات کہتے ہیں۔ اب تو مجھے تم سے سوقت ایک خاص بات کہنا ہے۔ کہیں نہ

یہاں کوئی غیر تو ہے نہیں۔

یا قمر۔ شوق سے کہیے۔ غیر کون ہے؟ مولوی بہادیت اللہ کہنے کو غیر ہیں، مگر میرا جس اپنوں سے بڑھ کر ہیں۔

راحت۔ اسوقت مجھے جو کچھ کہنا ہے اسکی آرزو ہر دم سے دل میں تھی خدا نے فضل سے آج وہ تنہا پوری ہوئی نظر آتی ہے۔ خدا تمہارے دل میں بھی نیکی ڈال دے۔ ہاں وہ بات یہ ہے کہ انا، اللہ آج تو حسنی کی والدہ کا چہلہ بھی ہو گیا۔ میری خواہش ہے کہ شرف کو تم اپنی فرزدی میں قبول کرو۔ وہ تمہارا اہلکار یوں بھی ہے، لیکن اگر ابھی سے حسنی کے ساتھ نامزد ہو جائے تو مجھے دل سے خوشی حاصل ہوگی۔ میری عین تنہا یہ ہے کہ جس طرح مجھ میں تم میں کبھی کسی قسم کا فرق نہیں ہوا، اسی طرح میری تمہاری اولاد بھی ہمیشہ ایک رہے۔

یا قمر۔ (ذرا سوچ کر) آپ ہر طرف لاکھ ہیں، مشیت وحشی و دہاں آپ ہی کی اولاد ہیں۔ حسنی کی والدہ، تم بولو۔

حسنی کی والدہ۔ میں کیا بولوں؟ بھائی جان کو ہر طرح اختیار ہے جو انکی خوشی وہی میری خوشی۔

راحت۔ نہیں، نہیں۔ محض میری خوشی کے خیال سے نہیں، بلکہ جو کچھ واقعی تمہارے دل میں ہو، وہ کہو۔ یہ تمہاری سادہ مندی ہے جو میری خوشی کا اس قدر خیال رکھتی ہو، مگر میں چاہتا ہوں کہ تم بھی خوب سوچ سمجھ لو۔

حُسنِ کی والدہ - مجھے اس سے بھی نسبت اور کہاں مل سکتی ہے -

باقر - اب اس میں سوچنا ہی کیا ہے گھر کی بات میں یہی تو بڑی فیہی ہوتی ہے کہ نہ ذات رات کی بحث، نہ صورتِ شکل کے دیکھنے میں وقت -

راحت - تو اس بات کو میں پختہ سمجھوں؟

باقر اور انکی بیوی - ہاں ہاں بالکل پختہ - اب اس میں شک و شبہ کی کیا بات ہے -

ایک عزیز - مبارک راحت بھائی، آپ کو یہ رشتہ مبارک - کیا خوب آپنا یہ انتخاب فرمایا ہے - اس سے بہتر رشتہ ممکن ہی نہ تھا -

دوسرا عزیز - سبحان اللہ - اس رشتہ کا کیا کہنا - میں نے تو جس دن حُسن کی ولادت کی خبر سنی تھی اُسی وقت سے اس نسبت کا خیال تھا - ہاں حُسن سے نکالنے کی نوبت ابھی تک نہیں آئی تھی -

تیسرا عزیز - اور باقر بھائی، آپ کو بھی مبارک - ٹکڑا لڑکی، دو دنوں چند سے آفتاب چندے اب تاب - واہ کیا اچھا چوڑے - میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ چرخ لیکڑھونڈے تو راحت بھائی آپ کو نہ ایسی ہو ملتی اور باقر بھائی نہ آپ کو ایسا داماد ملتا -

راحت (آسمان کی طرف سر اٹھا کر) پاک پروردگار تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ معاملہ اس خیر و خوبی سے طے پا گیا ہاں مولوی صاحب آپ بالکل خاموش رہے - ہر ایت اللہ - کاش میں اس وقت یہاں موجود نہ ہوتا -

راحت - ایں ! یہ آپ نے کیا فرمایا ؟

ہدایت اللہ - یہ میں نے اس لیے کہا کہ اگر اپنی اصلی روئے ظاہر کروں تو شاید آپ لوگوں کو تکدّر ہو۔

راحت - نہیں صاحب - اس میں ناخوشی کی کیا بات ہے - جو کچھ فرمایا ہو شوق سے فرمائیے۔

ہدایت اللہ - میری ناقص روئے میں بھی یہ نسبت بالکل قبل از وقت ہے۔

راحت - نہیں، مولوی صاحب یہ نہ فرمائیے - آپ تو ان باتوں پر یقین

نہیں کرتے - مگر، مجھے منشی حیدر حسین فلکی کی بات پر دل سے اعتقاد ہے - بارہا

آزمایا ہمیشہ اُنکے کام کو سچا پایا - اچھے اچھے ہڈت اُنکا لوہا مانتے ہیں - انہوں

نے اس نسبت کے واسطے ہی ساعت سعید بتائی تھی۔

ہدایت اللہ - ایں سخن را چه جواب است تو خودی دانی - لیکن مجھے شک ہے

کا حق باقرمیاں زیادہ تر آپ سے ہے - آپ کی صاحبزادی کی عمر بھی چند مہینے

سے زائد نہیں، آپ ابھی سے اُسکی قسمت کا فیصلہ کیے دیتے ہیں۔

باقر - مولوی صاحب ایک پہلو پر آپ نے بالکل غور نہیں کیا - دیکھنے میں ڈر

ہے کہ دوسری جگہ سے پیام آگیا تو ہمیں وہاں انکار کرنے میں دقت ہوگئی - اور

یہ ظاہر ہے کہ مشرف کے ہوتے ہوئے مجھے حسنی کو غیر ملکہ کرنا منظور نہیں - آپ

جانتے ہیں کہ خاندانی جائداد جو کچھ ہے وہ اس وقت ماشاء اللہ بھائی جان کی ملک

میں ہے، ۱۰۔ بھائی جان کا وارث بیکر مشرف کے، ورنہ کون ہو سکتا ہے باپس
اگر سسٹا بھائی جان کے یہاں ہو ہو کر جلنے کی تھو سبھا۔ ۱۱۔ اس کے کہ باہری
کوئی لڑکی آکر اس دولت پر قبیضہ کرے، خاندانی جائیداد ہم بھائیوں ہی کے
پاس رہے گی۔

ہدایت اللہ۔ تعجب ہے کہ یہ الفاظ میں آپ کی زبان سے سُن رہا ہوں۔
ایک طرف تو آپ سوشل ریفارم کا دعویٰ کرتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ اندو و
کے متعلق جتنے لغو مراسم ہمارے یہاں رائج ہیں، وہ سب مٹ جائیں۔ اور پھر
اس کے ساتھ آپ اپنے ذاتی مسائل میں اس قدر تارکب حیائی کا اظہار
کرتے ہیں۔ کہنا آپ کے نزدیک انتخابِ زوج میں لڑکے لڑکی کی آواز کو مطلقاً
داخل نہ ہونا چاہیے۔ اور یہ صرف والدین کا کام ہے، کہ اپنے مال و سبب کی
طرح جہاں چاہیں، مناسب قیمت لیکر اپنی اولاد کو بیع کر دیں؟ مانا، کہ
دنیا میں دولت سب کو عزیز پوتی ہو مگر کیا اُسے اولاد سے زیادہ عزیز ہونا چاہیے؟
باقریہ افروختہ ہو کر مائیں نہیں سمجھتا اس تقریر سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا آپ
یہ چاہتے ہیں کہ اصلاحِ معاشرت کی تعمیریاں پیش کر کے میرے ہاتھوں میری
مصلحتوں کا خون کرادیں؟ اگر یہ منشا ہے، تو اس میں ہرگز آپ کو کامیابی
نہیں ہو سکتی۔

ہدایت اللہ۔ دیکھیے، آخر وہی پیش آیا، بیکر مجھے ڈرتھا۔ میں تو جانتا

تھا کہ میرے اہل خانہ کے ساتھ سنی پانے جائیں گے۔ لیکن اگر آپ ہی لوگوں نے
اصرار نہ کیا ہوتا تو میرا بھائی، اے کے کا خونار بھی نہ کرتا تاہم باقر میاں آپ کے
ادب سے یہ الزام کسی طرف نہ نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف تو اصلاح کا سلیطہ
و قارم کا پتہ زور نہ ہو۔ اور دوسری طرف اپنی بیٹی ہی پر یہ ظلم کہ اُسکے بونٹ
کا بھی انتظار نہیں اور قبل اس کے کہ اُسے کچھ بھی شعور ہو، اُسکی قسمت کا فیصلہ
کر دیا۔ اس کا ذرا بھی خیال نہیں کہ وہ ابھی انسان ہے۔ ایک روز وہ بھی
نقل و شعور رکھتی ہوگی اور کسی شے کو پسند کسی کو ناپسند کر سکے گی۔ کہاں
وہ زبان پر روشن خیالی و آزاد خیالی اور کہاں یہ عملی اعتبار و جبب دہی!
باقر داد و برادر ختم ہو کر مولوی ہدایت اللہ صاحب میں آپ کے علم و فضل
کے سبب سے اب تک آپ کا بہت لحاظ کرتا رہا۔ لیکن اب صاف صاف کہتا
ہوں کہ اولاد کی تقدیر کا فیصلہ بے شک والدین کے ہاتھ میں ہے۔ میں جہاں
چاہوں اپنی لڑکی بیلا دوں۔ اس کا پوری طرح مجاز ہوں۔ اور آپ کو
داخل در معولات کا کوئی حق نہیں۔

ہدایت اللہ گفتگو میں بہ مزگی بڑھتی جاتی ہے۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں
پھر حاضر ہوں گا۔ آداب۔ آداب۔ (جانا ہے)
باقر۔ جانے یا بیٹھے کا آپ کو اختیار ہے لیکن یاد رہے کہ اس بارے میں اگر
ہزار مرتبہ گفتگو کیے گا تو یہ زار ہی مرتبہ ناکام رہے گا۔

راحت - میں کہتا ہوں یہ مولائی صاحب کو سوچھی کیا، کہ بیٹھے بیٹھے ایک
ٹکونہ چھوڑ گئے

ایک عزیز - اور کچھ نہیں۔ بس ایک بنے چنے لکھریں فساد ڈالو اور چاہتے تھے
حسب کی والدہ - ایسے ہی آدمی تو آستین کے سانپ کہلاتے ہیں۔
دوسرا عزیز - مگر کیا سنہ کی کھائی ہے۔ بھلا باقر بھائی، یوں کے دم میں کب
آتے ہیں۔

راحت - خیر، اب چل کر سونا چاہیے۔ صبح دوسری تھل ہے۔
(سب جاتے ہیں۔ پردہ گرتا ہے)

سین (۲)

(بارڈرنگ کالج کا صحن تین پروفیسر اکٹھے ہوتے ہیں)

جعفری - ہلو، مسٹر گھوش، مزاج اچھا؟

گھوش - آپ کی دعا سے سب اچھا ہے۔ لیکن مسٹر جعفری، آپ اس وقت کھڑے
(خوب) مل گئے ہیں تو آپ کی تلاش ہی میں تھا۔ فوراً تھوڑے یوسٹ کو تو آپ
جانتے ہو گئے۔ کیسا تیز، کیسا تھلیجٹ (ذہین) اور کیسا پرامنگ (ہونہار) ہے۔

پچھلے سوسے اگرائزیشن (استحسان) شروع ہے اور وہ بیچارہ ہائی فیور (شدید بخار)
میں پڑا ہوا ہے۔ ہنڈرڈ فور (۱۰۰) نمبر تک رہتا ہے۔ اب بولے کیا ہو؟ اپنے کالج کا
نامہ (معاہدہ) ہوتا تو کوئی بات نہ تھی، مگر آپ جانتے ہیں یونیورسٹی تو کسی بیماری

کامیابی کی سات (سات) نہیں کرتی۔ بڑا کڑوا پاء آپ بھی کچھ کہے۔
 جیٹنر می۔ یہ خبر تو آپ نے بہت ہی انوسٹک سٹائی۔ مجھے سٹیٹسکس (ریجنی)
 کی تعلیم دیتے ہوئے اکیس برس ہو چکے، لیکن میں نے تکلف کہہ سکتا ہوں کہ اس
 قابلیت اور اس دماغ کا کوئی طالب علم اب کب میرے تجربے میں نہیں آیا۔
 وہ بیچارہ اگر محض انسانی علامات کے باعث امتحان دے سکے، تو ایک سخت
 اندوہناک واقعہ ہوگا مگر ہم لوگ تو یہی کیا کہتے ہیں۔ چلیے پرنسپل صاحب کے
 پاس چلیں۔ شاید وہ کوئی رستے بتائیں۔ وہ یوسف کے مداح تو بہت ہیں۔
 مجھے ڈر ہے کہ پرنسپل بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ یونیورسٹی لاز (یونیورسٹی کے
 قوانین) اس بات میں بہت سٹرکٹ (سخت) ہیں۔ لیکن اگر یوسف اگر سنیشن
 (امتحان) دے سکے، تو اسکا رینج مجھے آپ دونوں سے جیاتی (زیادہ) ہوگا۔
 میرے سبکدوش (مضمون) میں جتنی لیاکت (لیاقت) اسکو ہے میں جانتا ہوں
 کہ کسی اسٹوڈنٹ (طالب علم) کو کیا، اچھے اچھے پروفیسرز کہ نہیں ہونی۔ مجھ سے
 پراہو بہت طور پر جب وہ بیا لوجی علم (حیات) کے کسی (ٹائیک) مسئلہ پر بولنے
 لگتا ہے تو اسکی اکل (عقل) اور لیاکت (لیاقت) کے آگے اپنے آپ کو (خود مجھے)
 خرم مالم لگنے (معلوم ہوتے) لگتی ہے۔ مسٹر جعفری، میری پروفیسی (پیش گوئی) ہے
 کہ ایک دن کھالی (خالی) (خالی) (ہندوستان) میں نہیں، بلکہ سارے ورلڈ (دُنیا)
 کے سائنٹسٹ (علماء سائنس) میں اپنا نام پیدا کرے گا

جیسوی بیک بیک بشر لکے نے اپنی قابلیت اور فطرت کا قیاس کیا ہے۔
 گلوش - چنانچہ باتیں نہ کر سکیں، مگر جوں پر نہیں کے پاس چلنا اور (فرز) کی
 یہ قسم جانتے ہیں کہ وہ خود بھی ملازمت کے سامنے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔
 میں اپنی فریاد (فرز) پر ہی کرنی چاہیے۔

دا چا و جیسوی - چلے (دب جاتے ہیں)

سین (۳)

(حسنی اپنے کمر میں اپنی دو بیگ لیا، بشت ہزمت کے ساتھ بیٹھی ہے)

حسنی - ہاں عشرت آج! سو وقت میاں جان کے آجائے سے وہ باتیں
 رکھی تھیں۔ اب بیان تو کیجیے۔ لیٹی لاٹوش سے آپ سے کیا کیا باتیں ہوئیں؟
 عشرت - زیادہ تر تمہاری ہی باتیں ہیں۔ اسکول میں تمہارا امتحان لیکر وہ
 تم سے بے اتنا خوش ہو میں۔ میں حجب سے پر کوٹنے لگی تو پہلے دیر تک تمہاری
 ذہانت و لیاقت کی تعریف کرتی رہیں پھر یہ پوچھا کہ انکی شادی کبیں فطری ہوئے؟
 (اگلے بعد کمرے میں ایک آبدست نموشی رہتی ہے)

حسنی - یہ آپ باتیں کرتے کرتے چپ کیوں ہو گئیں؟

عشرت - شادی کی باتیں سننے کا بہت جی چاہتا ہے۔ جہاں میں نے

وہی جواب دیا جو بھی بات تھی

حسنی - کیا - سچی بات کیا؟

عشرت یہی کہ انکی منتفی نہیں ہے۔ اُنکے چچا زاد بھائی شرف سادہ ہو چکی ہے
مستی۔ دیکھیے آپ کی یہ دُعا نہیں اچھی لگتی۔ بس کتنی دُند
آپ سے منع کر چلی ہوں۔

عشرت - نزہت، مستحقِ خوشی کی باتیں کہتی ہیں یہ دلگی ہے، یہ نہیں کہتی کہ دل کا گھر ہے۔

نزدیک کر چکے۔ اب اللہ رکھے! دوسرے نکاح کی جلدی مجھے والی ہے۔ اس کے
نزدیک یہ سب مذاق ہے۔

مشتی۔ کیوں نہ بہت، تم بھی آپا کی طرح مجھ سے مذاق کرنے لگیں۔
 عشرت۔ خیر، تم اپنی زبان سے اسے مذاق ہی کہے جاؤ۔ مذاق میں شجاعت
 ہوئی، مذاق میں نکاح بھی ہو جائے گا۔ تم ایجاب و قبول کے وقت بھی
 مذاق ہی میں ”اں“ کہہ دیتا۔

حسنی! مذاکرے۔ آپ آپ تو ایسی بات منہ سے نہ نکالے۔ وہ کہتے
نہیں! قال زبان یا قال قرآن۔

تہذیب - اے تو اس میں بدنامی کی کیا بات ہے۔ خدایا کو وہ لہجہ مبارک کہے
 حسی جی ہاں کیسی زندگی تلخ ہو جائے اور آپ اپنے مبارک دوشیہ میں
 عشرت - اے دور باد تلخ تمہارے دشمنوں کی زندگی ہو، تمہاری زندگی

غدا انخواستہ کیوں تلخ ہونے لگی۔ لیکن آخر یہ تو سمجھو اتنے دلوں کی بٹی پکائی بات کہیں تمہارے انگارے چھوٹ سکتی ہے۔ ماں باپ کا بڑا مرتبہ ہوتا ہے۔ پہلا ہم لوگ کہیں انکی بات لوٹ سکتے ہیں۔

ترہمت۔ اور شرف بھائی جان میں آخر بُرائی کیا ہے شادی کہیں نہ کہیں تو کرتا ہی ہوگی۔ پھر شرف بھائی جان نے کیا تصور کیا ہے؟

حُسنی۔ تصور و تصور تو میں جانتی نہیں ہاں یہ الیتہ جانتی ہوں کہ جب دو آدمیوں کے مزاج میں سیل نہ ہو، تو اُن کا الگ رہنا ہی اچھا تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ کا کبھی جوڑ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک۔ سیدھی سی بات عقلی، جو میں نے کہ دی، پھر اور چال چلن وغیرہ کی جو باتیں زبان سے نکلنے والی نہیں اُنھیں کوئی کیسے کہے، موے دماغ کی جو حالت ہے اُسے سارا زمانہ جانتا ہے۔ ایک میرے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔

عشرت۔ یہ سب کچھ سہی، لیکن پھر بھی ماں باپ کا بڑا حق ہے۔ اُن کی مسلمات میں دخل دینا بد تیزی ہے۔

حُسنی۔ جی ہاں، جسکو سابقہ بنا رہا ہے، چاہے اُسکی جان پر بن جائے گارنہ سے نہ نکلے۔ کیونکہ بد تیزی ہے۔ ایسا ہی تیز دار رکھنا تھا، تو مجھے اسکو میں تعلیم کیوں دلانی!

عشرت۔ تو اگر آپ تعلیم یافتہ ہیں تو شرف بھائی کو بھی کوئی جاہل نہیں کہہ سکتا

جب سے اسوں جان نے ایک نئے ماسٹر کو رکھا ہے تب سے انکی لیاقت اعلیٰ درجہ کی ہو گئی ہے۔ یہ ماسٹر صاحب علیگندہ کے پڑھے اور ولایت کے ایل ایل ٹی ہیں۔

حُسنی - جی، کچھ وہ ماسٹر خود بہت لائق ہیں، کچھ اپنے شاگردوں کو لیاقت پلا دیں گے۔ مجھے ماسٹر صاحب کی بھی لیاقت کا حال معلوم ہے۔

عشرت - تو یہ کیسے، انکی لیاقت بھی آپ کے جی پر نہیں ٹھکتی۔ اچھا آپ عرض معلیٰ سے اپنی پسند کا تیلیا فتنہ شوہر لائے گا۔ یہ بھی ایک کمین کی حماقت ہے۔
نر بہت - اچھا۔ عشرت آپا، اب اس ذکر کو جانے دو۔ اس سے کہیں جی میں رنج نہ آجائے۔ ہاں جس نے باجی، تمہارا گانا کئی دن سے نہیں سنا۔ اب کچھ گانا ہونا چاہیے۔

حُسنی - مجھ سے اس وقت گایا وایا نہ جائے گا۔

نر بہت - حُسنی باجی، تم کو میرے سر کی قسم کچھ تھوڑا سا سنا دو۔

حُسنی - اچھا، اچھا، گادو گئی، قسمیں کیوں دلاتی ہو۔ اُدھر سے ہارونیم اُٹھاؤ ہاں کیا گاؤں؟ داغ کی کوئی غزل؟

نر بہت - ہاں ہاں داغ ہی کی کہیے۔ داغ کے کلام میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔

حُسنی - ہنرمندی دروازے پر بیٹھی رہ، کوئی آتے لگے تو مجھ سے دوڑ کے کہہ دینا۔
(دھاتی ہے)

پھر سے راہ سے وہ جہاں آتے آتے
 اہل مر رہی تو کہاں آتے آتے
 نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
 بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے
 یقین ہے کہ ہو جائے آخر کو سچی
 مرے سنیں اُنکی زباں آتے آتے
 تھا راہی شتاقی دیدار ہو گا
 گہا جان سے اک جواں آتے آتے
 ابھی سن ہی کیا ہے جو میاں کیاں ہوں
 مٹھیں آئیں شونیاں آتے آتے
 نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی
 وہاں جاتے جاتے جاتے آتے آتے
 انیس کھیں لے داغ یاروں سے کدو
 کہ آئیں اُردو زباں آتے آتے

اصغری اوڑھی آتی ہے بیٹیا، میاں آ رہے ہیں۔ (گانا رُکنا ہے۔ باقر حسین لکھتے ہیں)
 باقر حسین۔ کیوں بیٹیا، اسوقت کیا ہو رہا ہے؟

حسنی۔ کچھ نہیں میاں جان ذرا ان لوگوں کو ڈاکٹر اقبال کا
 ترانہ سنا رہی تھی وہی، ”مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔“

باقر۔ ہاں ہاں، بہ خوب چیز ہے۔ ایسے ضرور پڑھتے رہنا چاہیے۔ اسی چیزوں
 سے قومی حرارت و نمیت قائم نہتی ہے۔ اچھا تم لوگ بیٹھو، میں جاتا ہوں۔

(چلے گئے)

عشرت و زہدیت خوب سنتی ہیں اور کہتی ہیں ”وادی جہنم کی بات بنائی ہے۔“

حسنی۔ اسے تو کچھ ہوا ہی نہیں۔ پندوں عجب کا شہ ہوا۔ میں باغ میں بیٹھی
 زہر عشق کے کچھ اشعار دیکھی۔ جیسے لکھنا رہی تھی ملتے میں اُبار گی میاں جان آئے۔

اور پوچھنے لگے "کیا کاروبار ہو رہا ہے؟" میں نے فوراً جواب دیا کہ ناکامی کا وہ قصیدہ پڑھ رہی تھی جو انہوں نے حضرت ساقیہؓ کے شاعری کر کے لکھا ہے، وہی "لے خاتمہ نما مرید" رسل وقت دعا ہے۔" میں نے جیسے ہی یہ کہا، سیاں جان و میں گرتی پڑ پڑ گئی اور کہنے لگے "بیٹھے سناؤ، میں سنوں گا" تب تو میں بہت گھبرائی، کیونکہ مجھے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہی شریا بن گئے۔ فیروزہ تو میں نے جوں توں کر کے سُنائے، اور جو میں نے لکھا تھا، وہی کہ اب دیا ہوگا، اسے میں خاتمہ جان آگئیں اور سیاں جان اُن سے باتوں میں لک لگے اور وہ بات ٹل گئی۔ (سب ہنسنے لگے)

عشرت - اچھا - اب چلو - کھانے کا رت آگیا - مافی ماں انتظار کرتی ہوگی۔
(سب ہنس رہے تھے)

سین (۴)

(شریف اپنے کمرے میں دو صاحبوں کے بیٹھے ہیں۔ ماسٹر صاحب بائیں طرف)

ماسٹر - شریف - حسب قاعدہ پہلے مجھے تمہاری عام ذرا بتاؤ۔ (شریف نے ہاتھ اٹھائے)
اس کے بعد آج کا درس ہوگا - اچھا، اس ہفتے میں تم نے اگر کسی چیز پر غور کیا ہے تو
ذہانت کا ثبوت دیا ہو تو ہم سے بیان کرو۔

شریف - اچھا ماسٹر صاحب، آپ کی دعا سے اس طرح کے ذہانت کا ثبوت ہو رہا ہے۔
دو ایک تین، چار بت سے پیش آتے ہیں، جن پر لوگ غور نہ کر سکتے۔ حوشی کے

ہستے گئے ہیں۔ اب میں انہیں کہاں تک بیان کروں۔
ماسٹر۔ بطور نمونے کے کوئی ایک واقعہ بیان کرو۔

ایک صاحب۔ اے حضور، وہ کپڑے والا واقعہ بیان فرمائیے۔

مشرف۔ ہاں خوب یاد آیا۔ سنیے ماسٹر صاحب، کل شام کو میں کپڑا خریدنے
میں ایکو تھ اینڈ لارڈز کی دکان پر گیا۔ جاتے ہی میں نے دکاندار سے کہا، کہ
۳۰۔ فروری سنہ ۱۹۷۰ء یوم یکشنبہ بوقت ۱۰ بجے صبح خالو آبانے جو کپڑا آپکی
دکان سے خرید تھا، وہ میں خرید نہ لگا۔ اسپر وہ حیرت سے میرا منہ دیکھنے لگا۔

میں تاڑ گیا کہ اسے میرے حافظے پر حیرت ہے۔ میں نے کہا کہ عام طور پر تمہارے
گاہکوں کا حافظہ خراب ہوتا ہوگا، لیکن ہم ان میں نہیں۔ بلکہ دیکھو کہ اس واقعہ کو دہائی
۱۹۷۰ء دن ۹ گھنٹہ پر چکے، لیکن آپ کی یادداشت میں ابھی بالکل تازہ ہے۔ اسپر
وہ دکاندار میری طرف سے منہ پھیر کر دوسرے لوگوں سے باتیں کرنے لگا۔

تو مجھے بہت بُرا لگا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ”ابھی اگر ہم پڑھ لکھ کر بھی کپڑا
تیار کرنے میں اس دکاندار کے محتاج رہے تو قوت ہے ہماری تعلیم پر۔ میں یہ سوچ کر
میں نے خود تلاش شروع کر دی۔ چندہ یا پنڈہ، پہلی سی الماری میں وہ کپڑا مل گیا۔
ابھی جناب وہی کپڑا لگایا کیونکہ اس کپڑے پر پچاس روپیہ قیمت لکھی ہوئی تھی۔ اور خالو آبا
نے پورا خرید تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اُسکے دام بھی وہ پچاس ہی روپے تھے۔
تھے۔“ (ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے) خطی مرزا صاحب بھی میرے

ہوا تھے۔ مجھے قتل سکھانے لگے کہ ”میاں، رنگ و ساخت وغیرہ تو لالچے
 میں بھلا اہم طاقت کی باتوں میں کب آنیوالا تھا۔ میں نے کہا ”اے اٹو، یہ
 رنگ روپ سب اڑ جانے والی چیزیں ہیں۔ اصل شے قیمت ہے قیمت۔ جب
 دام ایک تو مال ایک۔ اسوا سکے میں نے وہ پہلا کپڑا دیکھا کب تھا۔ میں نے
 تو صرف اُس روز خانو ابا کو یہ کہتے سنا تھا، کہ آج ہم ایک کو تیرا اینڈ لاؤ کے
 میاں سے پچاس روپے کا کپڑا لائے ہیں۔ غرض یہ کہ میں نے وہ کپڑا خریدا،
 خرید کر اُسی دوکان پر ایک کوٹ سینے کے واسطے دیدیا۔ لیکن آپ جانتے
 ہیں کہ کپڑے لیتے کہ؟ اے میں ہرے مزاج میں کسی فٹا سٹ ہے۔ میں نے
 صاف صاف اپنی آواز داند رلے اُس سے یعنی دوکاندار سے بیان کر دی۔
 کہ، مجھے کپڑے میں کاٹ کوٹ پسند نہیں، اسے بغیر قطع کیے ہوئے سی دو۔
 اس پر وہ میرا قطع کلام کر کے ہنسنے لگا۔ میں نے کہا ”اگر تمہیں اتنی کاریگری بھی
 نہیں آتی تو اپنا کپڑا پس لیلو۔ میں تمہارا سے میاں سودا کرنا منظور نہیں“ تب وہ
 بولا کہ نہیں، میں آپ کے حکم کی تعمیل ابھی کیے دیتا ہوں۔ یہ کہنے کے وہ اپنے
 درزی خانے میں چلا گیا، اور مجھے ایک رنگین و چکدار تصویروں کی کتاب دیکھنے کو
 دے گیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر میرا کوٹ میرے ہاتھ میں دے آیا۔ اسی کپڑے
 صاحب نے اُس دوکاندار کی تعریف کر دی، اُس نے کہا یہ کیا تھا، کپڑے بھی
 سے قطع نظر کے فوراً جی سی دیتا تھا۔ تو اب جو لگا بھی، اور بھر نہیں لگا۔ میں نے

تو آج تک ایسا کاریگر دکھانہیں۔ میں نے بھی خوش ہو کر سیب سے سو روپے کا نوٹ نکال کر اُسے انعام دیدیا۔ اسپر وہ بہت ہنسنا، اور کہنے لگا ”ہم آپ کا حال ولایت تک چھپوا دیں گے، اور یہ لکھ بھیجیں گے، کہ ہندوستان میں اس دماغ کے رئیس ہوتے ہیں، جو پچاس روپے کے سودے پر سو روپے انعام دیتے ہیں۔ میں نے خوش ہو کر ایک نوٹ سو روپے کا اور انعام دیا، اور کہا، کہ ہاں ہمارے نام کے ساتھ رئیس ضرور لکھ دینا، کہیں بھول نہ جانا۔“

مصاحب۔ اور حضور جیسے ہی دوکان سے باہر تشریف لائے، میں نے دیکھا کہ مارے ہنسی کے سارے انگریز اور سب لوٹ جاتی تھیں۔ مشرف۔ تو کیا وہ میرے سامنے نہیں ہنستے تھے۔ ارے اُلو، دوسو کے نوٹ پائے اب بھی نہ خوش ہوتے؟

ماسٹر۔ یہ قصہ تو تم نے بہت دلچسپ بیان کیا۔ اچھا اب میں اپنے سامنے نقاری و امانت کا امتحان لیتا ہوں۔ (ٹٹھی میں کوئی چیز بند کر کے) بناؤ تو میری ٹٹھی میں کیا ہے؟ پتہ یہ ہے کہ وہ شے لوہے کی ہے، نوک تیز ہے، اور نہایت مضبوط ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے کام اُس کے ذریعے سے لیے جاتے ہیں۔ تم نے اُسے بار بار دیکھا ہے، بلکہ روزِ غمرہ اُس سے کام لیتے ہو۔

مشرف۔ اچھا اما اور بتا دیجیے کہ انسان اُس سے کام کس عضو سے لیتا ہے؟ ہاتھ سے؟ پیروں سے؟ آنکھ سے؟

ماستر - ہاتھ سے ایلہ انگلیوں سے -

مشرف - میں تپڑ لیا، میں سمجھ گیا، (اچھل کر) وہ غصے برچھا ہے۔

ماسٹر - اور میری مٹھی کے اندر!

مشرف - جی، اور کیا باہر -

ماسٹر - (مٹھی سے نب نکال کر) افسوس ہے کہ یہ جواب تم نے صحیح نہیں دیا۔ مگر

کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا۔ کیونکہ تم نے بتایا نیزہ اور نکلی نب۔ لیکن نیزہ اور

نب دونوں لفظ "نون" سے شروع ہوتے ہیں۔ اس واسطے تمہاری ذہانت

پھر بھی قابلِ تعریف ہے۔ اچھا اب فنونِ لطیفہ کے درس کا وقت آگیا۔ حسب

مسل آج ہم شاعری و موسیقی کی تعلیم ساتھ ہوگی۔ (ایک مصاحب سے) نظیر جان

حاضر ہے نہ؟ بلہ و اُسے - (مصاحب جا کر نظیر جان کو اُٹھ کولتے ہیں)

ماسٹر - کوئی اچھی سی غزل سناؤ۔ مشرف تم شاعر کے کلام پر لے زنی کرتے رہو۔

نظیر جان - سرکار کو جن شاعروں کا کلام پسند ہے، اُنکی تو کوئی چیز اب یاد نہیں

رہی، حکم ہو تو ناظر کی ایک تازہ غزل سناؤں۔

ماسٹر - آٹھ، کس مہل گو کا نام لیا، اچھا، خیر! یہی سناؤ۔

نظیر جان (گاتی ہے)

جاننا زیوں کو خط سے تبیر کر چلے تم تو یہ خوب عشق کی توقیر کر چلے

پر و انتیں نگارہ کا درخون سے ہونید اب دل میں نقش ہم تو ہی نقویہ کر چلے

اہل وفا بھی ساتھ نہ بھراؤں کا دیکھے
اپنی روش کچھ ایسی وہ تفسیر کر چلے
مٹی ہے آپ کی کوئی فرو قرارِ جرم
انا کہ ہم شکایتِ تقدیر کر چلے
کچھ مد سے بڑھ چلی میں مری حشمت کی اب
غمنوار مجھ کو بستہ زنجیر کر چلے
غالب زبانِ شوق پر آیا نہ عجب سن
لو، ہم تمھارے آگے بھی تقریر کر چلے
حیراں ہوں اُنکے حُسن میں کیا سحر تھا
میرے بھی دل کو جس وہ تسخیر کر چلے
اگلا سا غیر سے نہیں اب لطفِ امتعات
بارے ہمارے تلے بھی تاثیر کر چلے
منوب کر کے عشق کو اک بواہرِ تم
اس جذبہ لطیف کی تحقیر کر چلے
یہ کیا ہوا کہ انکی جفا، اُن کا ذکر چھوڑ
ناظر بھی شکوہ غالب پر کر چلے
ماسٹر - کہو، مشرت، یہ غزل بلحاظِ شاعری کیسی تھی؟

مشرت - میں کیا بتاؤں کیسی تھی - بہت سی شریں تو میری سمجھ میں نہیں آئیں -
ماسٹر - تم نے سچ کہا - واقعی محلِ کلام تھا - ولی میں غالب ایک بڑا محل گو ہوا
ہے - محل گوئی کی کوئی کیا تقلید کرتا - اُس کا رنگ تو اچھا ہوا اُسی کے ساتھ ختم
ہو گیا - مگر اُسی زمانے میں بوسن، شقیفہ، حالی، دو چار شخص اور بھی محل گوئی کرتے
تھے - ان سب کے مر جانے کے بعد میں تو خوش تھا کہ یہ رنگ دنیا سے اُٹھ گیا،
مگر حسرت و ناظر و رسوا وغیرہ دو ایک شخص اب تک اُسی روش پر چل رہے
ہیں - اب تم کوئی اچھا شعر سناؤ -

مشرت - مجھے تو اتانت کا کلام نہایت پسند ہے - دیکھیے کیا بمثل فرمایا ہے -

میری تربت پر لگا یا غم کا اُسے درخت بعد مرنے کے مری تو قیر آدمی، گئی
 ماسٹر۔ دافنی کیا خوب کہا ہے۔ ایسے ہی کلام کو سن کر آدمی وجد میں آجاتا ہے
 نیم۔ درخت۔ آدمی۔ تربت۔ دیکھو کس شادابی کے ساتھ یہ سب لفظ زمین و آسمان
 میں اُگ آئے ہیں۔ مکتہ یہ ہے کہ درخت ہمیشہ زمین میں اُگتا ہے اور تربت بھی
 ہمیشہ زمین ہی میں ہوتی ہے۔ اس لیے کیا اچھا درخت کا اُگنا ثابت کیا ہے۔
 بلاغت اسے کہتے ہیں۔

مشرف۔ اس سے بھی بڑے کرام اور جان والے حضرت قزاق کا رنگ پسند ہے شعر نے

جو تو لہجائے جاڑے میں تو پھر کیا غم ہے سودی کا ماسٹر
 تری زلفیں ہوں شانے پر دو شاہ ہو نہ کھل ہو کیا معاملہ بندی ہے۔
 ہمیں رشک آئے اپنے پر ہمیں سے غیر پیدا ہو
 ہم ایسے دو نظر آئیں اگر عشقِ احوال ہو اسے مضمون آفرینی کہتے ہیں
 تکلف برطرف صاحب اگر ایسے ہی نازک ہو
 پہن لو فور کے کپڑے نہ جالی ہو نہ ملل ہو
 بس لے قزاق بس صبح تیار ست خیز کو رو کو

غضب ہو جا سیکا تو جی بھڑا میں میں، ہر لہجہ پر
 ماسٹر۔ مشرف، میں یہ خوش موالہ میرزا
 شاعری ہر طرح پرورست ہو گیا۔ اچھا آج ایک ضرورت ہے میں تو یہ شخصیت

دے گئے

ہوتا ہوں۔

مشہرت۔ یہ ماسٹر کیخفت کہاں کو دپٹے تھے۔ میں اپنی پیاری نظیر جان سے
بات کرتے کو ترس گیا۔ اب تو پیاری قم ہلو میں آؤ..... مرزا جانی صاحب
اُن جو ولایت سے شرا میں آئی ہیں، انہیں ملے۔ (لاتے ہیں)
اشراب کا دور۔ صداجہن مخور۔ مشرف بہ مست ہو کر نظیر جان سے زیادہ ہنستا
کوڑا چاہتا ہے۔ اوٹ لحاظ شرم دیا کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ پردہ گرنا ہے؟

ایکٹ دوم

سین (۱)

ہر سب بیٹے کمرے میں مطالعہ میں مشغول ہیں۔ اسلے دوست فلیں لگتے ہیں۔
یو سٹن۔ تسیم۔ آپ خوب ننگے ہیں۔ میں آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ کیسے
آپ نے کمرہ لیم کا پرسیدنشل اڈرس چڑھا۔
فلیں۔ ہاں، وہ تو میں نے پرسوں ہی پڑھ ڈالا تھا۔ اُسکی خوبیاں اندازہ
سے بھی پڑھ کر نکلیں۔ پہلے سے معلوم تھا کہ وہ باتیں دقیق کہے گا مگر اہل
نہاں نہ تھا کہ وہ اس قدر فنی پیرایہ ادا بھی کیا کرتا ہے، لیکن سب
زیادہ حیرت کی بات وہ ہے کہ بعض خیالات تو اس نے وہ ظاہر کیے جو عرصہ ہوا
میں آپ کی زبان سے سُن چکا تھا۔

یوسف - جی ہاں آج صبح پر وغیرہ اچانک سے ملا تھا۔ وہ میں اس عجیب تواریف سے تیراں تھے۔

خلیل - کیا قیامت ہے کہ ایک خیال آپ کی زبان سے ادا ہو تو کوئی اُس پر اعتنا نہ کرے، لیکن وہی خیال جب یورپ کے کسی فاضل کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو لوگ اُس پر آتش و شدت قائم کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

یوسف - یہی تو حاکم و محکوم جماعتوں میں فرق ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک ملک کے سپاہی دوسرے ملک کے سپاہیوں کو مغلوب کر لیں، تو وہ اُس ملک کے حاکم ہو جاتے ہیں۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ یہ فتح مندی محض سطحی اور مکرانی بالکل اڑھیں ہوتی ہے۔ اصلی حکومت وہ ہوتی ہے، جو محکوم جماعت کی جائیدادوں اور جانوں پر قابض ہے، بلکہ اُس کے افکار و خیالات، مذہبات و معتقدات اور دل و دماغ کے قومی پر ہوتی ہے۔ یورپ نے ایشیا کو اسی طرز پر سخر کرنا چاہا، اور آپ دیکھتے ہیں وہ اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہو گیا۔

خلیل - جی ہاں، یہ تو ہے ہی۔ ہاں ایک بات تو بتائیے، اندر و اج پر جو ولیم نے نلے دی ہے اُس سے آپ کہاں تک متفق ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ قرآن کے حق میں سب سے بڑی لعنت حجرہ اور سب سے بڑی رحمت تابی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

یوسف - اس سے مجھے پورا اتفاق ہے۔

خلیل - کیا کہا؟ اتفاق!

یوسف - جی، حیرت بھرت اتفاق۔

خلیل - تو پھر اس پمفل کیوں نہیں کرتے؟ یا حیرت زبان ہی سے اتفاق ہے؟

یوسف - یعنی، یہ میری ذات کی طرف اشارہ ہے؟

خلیل - اہا ہاں صاحب آپ ہی کی طرف۔ جب آپ ایک ریلے کو پمفل

صحیح مانتے ہیں تو پھر خود مل کیوں نہیں کرتے؟ زبان سے تو آپ یہ کہتے

ہیں کہ ہر شخص کو شادی کرنا چاہیے۔ لیکن عملاً حالت ہے کہ جہاں بچپن سے

نسبت لگی ہوئی تھی وہاں بیٹھے بچے لے انکار کر دیا۔ اور نہ آئینہ دکھانے

والہ بین کی کوڑا اٹھیم چلنے دیتے ہیں۔

یوسف - میں اپنے نقطہ نظریاتی کی شادی ہی تو منع نہ کر سکا۔ پروفیسر ولیم کی

رہنمائی کی تائید کے بغیر یہ کہ میرے نزدیک سوسائٹی کے لیے یکجہتی مجموعی ہیں

ہو ازم حرکات سے بہت جگہ بغیر کوئی قوم سے ملے نہ رہے۔ لیکن فرض

کیجئے، ایک قوم ایسی ہے جو من حیثہ القوم پھر وہ کی زندگی بسر کرتی ہے،

مثلاً اہل خراسان تو ایسی قوم کا رہا اور حیات میں اس قوم سے جتنا مطلوب

ہو جائیگی جس میں شادی کی رسم عام طور سے جاری ہے۔ کیونکہ یہ رسم

آپ کے و دیان بارہا انگلی آجلی ہے۔ اجتماعی زندگی میں شادی کی رسم کی

اور خدائی زندگی کی خلاف اس میں ہے کہ رسم ازدواج کو قائم رکھا جائے یا نہیں

اس سے یہ نتیجہ تو کسی طرح نہیں نکلتا کہ ہر فرد کے لیے شادی کرنا لازمی ہے۔
خلیل۔ آپ کی منطق میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایک شے کو آپ ایک مجموعہ کے لیے
 ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن خود ہی اسے اُس کے افراد کے لیے غیر ضروری بتاتے
 ہیں۔ سوسائٹی تو کوئی الگ شے نہیں، افراد ہی کے مجموعہ کا نام ہے۔ پس
 جب افراد کے لیے فرداً فرداً شادی لازمی نہیں، تو اُس کے مجموعہ کے لیے بے
 آپ سوسائٹی کتے ہیں، اسکی ضرورت کہاں سے ثابت ہو جائیگی؟ جو شے کل
 پر صادق آتی ہے، ضرور ہے کہ اُس کے ہر جز پر بھی صادق آئے۔ یہ تو ایک
 گھلی ہوئی بات ہے۔

یوسف۔ تعجب ہے کہ ایک سیدھی سی بات پر آپ کو ایسا موٹا سا علم ہوا۔
 یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ جو شے کل کے لیے لازمی ہے، وہ ہر جزو کے لیے بھی
 لازمی ہے! بل نے

اسنی جملہ صلابہ؟ نیز یہ تو ایک دوسرا سوال تھا۔ سرے عرض کرنے کا مطلب یہ
 تھا کہ شادی افراد کے لیے بحیثیت افراد کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔ محض ایک
 عمل شے ہے۔ لیکن چونکہ یہ رسم سوسائٹی کے لیے مفید ہے۔ لہذا افراد کو بحیثیت
 جزو سوسائٹی اسکی پابندی کرتے رہنا چاہیے۔ مگر اب فرض کیجیے، زید ایک فرد
 ہے جو فرائض زوجی کو زیادہ خوبی سے انجام نہیں دے سکتا، یا یہ کہ وہ مجرد
 رہ کر سوسائٹی کو جس قدر فائدہ پہنچا سکتا ہے، اُس قدر متاثر ہو کر کبھی نہیں

پوچھا سکتا۔ تو ایسی حالت میں زیرِ کمرے لیے شادی کرنا نہ صرف سبکا و غیر مفید ہے، بلکہ ایک صریح جرم ہے۔ کیونکہ شادی کر کے اُس نے اپنے وجود کو بیکار کے لیے کم مفعول بنا دیا۔

خلیل۔ تو آپ کی تقریر کا حاصل یہ نکلا کہ نکاح نام تر ایک اجتماعی ضرورت ہے۔ اور چونکہ اجتماعی ضروریات کو آپ بغیر نکاح کے بہتر طریقے پر پورا کر سکتے ہیں اس لیے شادی کو آپ کے لیے جرم ہے۔

یوسف۔ بس بس، بالکل ہی میرا مطلب ہے۔

خلیل۔ اس خیال کے وجود و اسباب؟

یوسف۔ ایک گلی ہوئی وجہ تو یہی ہے کہ میں اپنے علمی مذاہات سے اگر دنیا کے کسی کام آسکتا ہوں تو مجر د ہی رہ کر۔ متاثرِ ذہنی، علمی زندگی کے حق میں ہم قابل ہے۔ آج یومی کی طبیعت نادرست ہے، کل بچہ بیا رہے۔ یومی زیورات کے لیے غم کر رہی ہیں، بچہ کھلونوں کے لیے چل رہا ہے۔ غرض شادی کر کے سیکڑوں جگڑے آدمی کے سر لگ جاتے ہیں۔ غم نداری بڑ بھر ایسی حالت میں میں تو کم از کم اپنے دماغ کو کسی گہرے کام کے قابل نہیں پاتا۔

خلیل۔ ایک اور سوال کر کے اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ کیا آپ کے نزدیک خود افراد کے ذاتی جذبات اس معاملے میں کوئی وزن ہیں رکھتے؟

یوسف۔ نہیں رکھتے، یا نہیں رکھنا چاہیے؟ یہ کہنے تو بہر حال ہی سبکا

نہ تو آپ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انکا وزن ہوتا
چاہیے نہیں۔

خلیل۔ تو مساوات الفاظ میں یہ کہیے، کہ تقاضاے بنیاد جو فطرت ہے۔
انسان میں وہ بنیاد کر دکھا ہے، ایک معنی شے ہے اور عشق و محبت کے زوجی الفاظ
محل ہیں؟

یوسف۔ بیشک، گو حیوانیت کے نقطہ خیال سے اعلیٰ و افضل، لیکن انسانیت
کی عینک سے دیکھیے تو بہت وہ محل۔
خلیل۔ یہ کیا، ذرا اسے اور صاف کیجیے۔

یوسف۔ میرا مطلب یہ ہے کہ حیات حیوانی میں بے شبہ جذبہ جنسی کا درجہ
نہایت اہم و ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک احساسِ فرضِ شرعی نہیں
سکتا۔ اور اگر افراد پر اس جذبہ کی حکومت نہ ہو تو نسل جاری ہی نہ ہو سکے۔

لیکن انسان جوں جوں مرتبہ انسانیت میں ترقی کرتا جاتا ہے، اُسی نسبت
سے اُسے جذبات کی قید سے آزاد ہوتے رہنا چاہیے، اور اپنی زندگی کو صرف
عقل کی دیکھائی ہوئی شاہراہِ فرض پر چلانا چاہیے۔ راعشق و محبت، تو اس کے ہمت
میں نے بھی بہت سے ہیں۔ دیکھیے انسان کی زندگی حقائق سے کس قدر دور و غم پرستی
میں کس قدر گرفتار رہتی ہے، یہ کمین میں بہت پریت دیو جن کے ہمارے لئے ہے خوشی و غم
اور عشق و محبت سن و چال میں دیو جنوں کے انسانوں سے طبیعت ہمارے لئے۔ کہوت کے

کے دن آئے تو یہ ورق بھی اُلٹ دیا۔ اب کیا ہے؟ اب ہمیشہ وہ وہی ہے،
 حور و غلمان، جبرئیل و عزرائیل کے چرچے ہو رہے ہیں۔ غرض تسارہی عمر تھی
 خواتین پرستی میں گزر جاتی ہے، اور یہ کبھی بھولے سے بھی نہیں خیال آتا کہ
 یہ سب مہزخانات ایک ہی داستان کی مختلف حکایتیں ہیں۔ اصلیت نہ انکی نہ
 انکی۔ اُن عشق کے متعلق مولانا حالی کی رباعی آپ نے سُنی ہے؟

ہے عشق طیب دل کے پیاروں کا یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا
 ہم کچھ نہیں جانتے پر اتنی ہے خبر ایک شغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا
 کیا اچھی ماہریت عشق بیان کر رہی ہے۔ اک شغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا۔
طیلس - درست ہے!

پرسنٹ - اصل یہ ہے کہ جن داغوں کو کسی اعلیٰ و بہتر قسم کی معرفت میر
 نہیں آتی، یا اُن میں اُن معروفیتوں کی قابلیت نہیں ہوتی وہ لاچار جذبات
 خود کو گمراہی میں مشغول رہتے ہیں، لیکن جن کی توجہ ان داغ چوانی سے
 بے لالہ و طبیعت تراکد کی طرف نہ رہتی ہے، اُن میں ایسے خیالات کا گزر ہی
 نہیں ہوتا۔ پس بنیاد والا، اگر آپ چاہتے ہیں، کہ میری ناچیز کوششیں علمی
 اور ادبی دنیا میں کچھ بھی کام آسکیں تو میرے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ میں شادی
 و ادبی کے حوالہ میں نہ پڑوں۔ ان کھٹیروں میں بڑا کر میں اپنی توجہ کو کیونٹیں
 رکھ سکوں۔ اور میرے کیونٹوں کے اہلک تو کسی نے کچھ کام لیا نہیں ہے۔

کے ان خیالات کو مبارک کرے۔ زندگی ہے تو ہم بھی
اُتوہ، باتوں میں وقت ہی نہیں معلوم ہوا۔ اچھا اب اجازت دیجئے۔ کل پھر ملنا تھا
ہوگی۔ تسلیم۔
(جاتا ہے)

یوسف۔ تسلیم

(ادب باقر حسین کا آدمی داخل ہوتا ہے)
تو کہ۔ سرکار نے آپ کو یاد کیا ہے۔ کہا ہے کہ فرصت ہو، تو کھڑے کھڑے ہو جائیے
کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔

یوسف۔ اچھا، تم چلو، میں ابھی آیا۔ (دونوں درختوں سے جاتے ہیں)

سین (۲)

(ادب باقر حسین کا زمانہ مکان۔ گھر کی عورتیں بیچتی بیچتی نظر آتی ہیں۔ پوسٹ داخل ہوتا ہے)

یوسف۔ آداب عرض ہے۔

باقر حسین۔ ابا، یہاں یوسف ہیں۔ آج ذرا نیکو کے بعد کھانا دینا
اور وہ نہیں میرے گھر سے آئے ہو، آخر ہم لوگ بھی تمہارا عزیز ہیں یا نہیں؟
ادب باقر حسین ماشاء اللہ بی بی، اس کے امتحان میں پاس بھی ہو گئے ہو۔ اب کس
شے میں مشغول رہتے ہو، محل تمہارے والد سے بھی ملاقات ہوئی تھی، وہ کہنے لگے
تم خود اپنے گھر میں بیٹے بنائے نہیں جاتے ہو۔ آخر ہم نے بھی اب علی کی

لیکن یہ بھی نہیں کیا کہ پڑھنے کے پیچھے گھر بار کو بھول جائیں۔ اور دیکھو اس محنت کا تمہاری صحت پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ کس قدر دُوبے ہوئے ہو جاؤ گے؟
یوسف - بچا ہے؟

باقر حسین - بچا ہے کیا سنی؟ کیا تم کو اس میں شک ہے؟ خیر اس کے جواب کی تکلیف نہ گوارا کرو، یہ بتاؤ کہ تم نے میرے جدید تقرر کا حال تو سنا ہوگا۔
یوسف - کیا تقرر؟ مجھے بالکل خبر نہیں۔

باقر حسین - جب آدمی ہو۔ معلوم نہیں کس دنیا میں رہتے ہو سارے شہر کو خبر ہو گئی۔ بچہ بچہ جان گیا۔ اخبارات میں شائع ہو گیا، اور تمہیں خبر ہی نہیں پائی۔ کتابوں میں پڑ کر ایسے بخیر ہو جاتے ہو، کہ کسی چیز کی خبر ہی نہیں۔ ہمارا بچہ راجپوتھ نے مجھے اپنی وزارت کے لیے طلب کیا ہے۔ انہی۔ یاست کی بد نظامیوں کو دیکھ کر فٹ صاحب نے عرصہ ہوا، انہیں لکھا تھا کہ ہم تمہیں ایک نہایت خوشیار و مقربہ کار وزیر بنائے گئے ہیں جس نے اپنی جائداد کا بہتر سے بہتر انتظام کیا ہے۔ یہ سن کر ہمارا بچہ صاحب پھر ک گئے، اور مجھے دو ہزار ماہوار کے مشاہرہ پر طلب کیا ہے۔

یوسف - خوب۔ تو پھر کب تک تشریف لیجانے کا قصد ہے؟
باقر حسین - پہلی کو یہاں سے بعد نہ ہو جاؤں گا۔ اُن کو تار دینا ہے۔
یوسف - بہتر ہے۔

باققر حسین - میں نے تم سے اسکا ذکر اس لیے کر دیا، کہ تمہارا جی چاہے تو میرے
 عہدہ چلو۔ راجگڑھ کی آب و ہوا موسم کا کیا کہنا، جنتِ نظیر خطہ ہے۔ نیننی ٹال شہر
 اسکے آگے گرد ہیں۔ وہاں چلنے سے تمہاری تفریح بھی ہو جائیگی، اور ذرا سیر بھی کرنا
 یہاں خالی کتابوں کو لیے پڑے رہتے ہو۔

یوسف - خالی تو میں آجکل بالکل نہیں ہوں۔ آپ کو شاید اسکا علم نہیں ہوا کہ
 گورنمنٹ نے سو روپے ماہوار کا وظیفہ پانچ سال کے لیے اس شرط پر دیا ہے کہ میں
 بیالوجی کے کسی مسئلے پر ایک اور کینسل مضمون تیار کروں۔ مجھے جو کچھ نوٹ لینا تھے
 یہاں کی لائبریری دلیپور ٹیڑھی سے لے چکا۔ اب زیادہ وقت انکی ترتیب میں صرف
 ہوگا۔ راجگڑھ میں نسبتاً تھمائی ہوگی، یہاں تو احباب و اعزہ کی خاطر داری بہ
 بہت وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لیے تعمیل ارشاد میں مجھے غار نہیں۔

باققر حسین - اچھا۔ اچھا۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ بس اب اپنا سامان سفر
 درست کرو۔ مجھے اس وقت کمشنر صاحب کے یہاں جانا ہے (یوسف اٹھتا ہے)
 ہاں ایک بات تو تم سے کہنا رہ ہی گئی۔ راجگڑھ کا قیام تمہارے لیے ہوا سٹے
 اور بھی دلچسپ ہوگا، کہ وہاں مشرف کے اہلیق، ڈاکٹر لے، بیٹی بھی ہوں گے
 وہ آجکل رخصت ہو گئے ہوں، وہیں راجگڑھ میں آکر ملیں گے۔ تمہیں شاید
 ان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ نہایت قہر آدمی ہیں۔ انکی قابلیت کا اندازہ
 اسی سے کر سکتے ہو، کہ سالہا سال علیگڑھ کالج میں سب سے کیے ہیں۔ کیمبرج کے

گمچوٹ ہیں۔ اس رکھ کے ال ال۔ ڈی ہیں۔ شرابہ تسلیم ان کا بالکل جرم
 اصول پر ہے۔ یعنی کٹاری خواندگی کم، اور زبانی تسلیم زیادہ۔ تم ان سے
 مل کر بہت خوش ہوئے۔ لوگوں نے مشرت کو بدنام کرنا چاہا تھا۔ یہ مشور
 کر دیا تھا کہ خدا تمہارا ساتھ دے گا تو اہل ہے۔ مگر جب سے میں نے ان ماسٹر
 صاحب کو رکھ دیا ہے، ماشاء اللہ اسکی ذہانت پر حلا ہو گئی ہے۔ حسنی کو تم
 جانتے ہو، ماشاء اللہ کیسی تیز ذہین ہے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہوئی، اگر
 اسکا شوہر کوئی آلائق یا غبی ہوتا، مگر خوش قسمتی سے مجھے مشرت سالینق داماد
 ملا جاتا ہے۔ مشرت، حسنی وغیرہ سب لڑکے لڑکیاں میرے ہمراہ ہوں گی۔
 اور مشرت ہی کے سب سے اسکے آلائق صاحب بھی ہمراہ رہے۔ تم جانتے
 ہو میں کس قدر آزاد خیال واقع ہوا ہوں۔ بھلا ہمارے دیاں کا کوئی شریف
 اسے گوارا کر لگا کہ شادی کے قبل لڑکی اپنے سنگیتر کے سامنے برادری جاتی ہے
 لیکن مجھے دیکھو کہ میں نے کسی کے طنز و تشنیع کی پروا نہیں کی۔ حسنی و مشرت
 میں کوئی پردہ نہ رکھا۔ اور یہاں تو خیر، بھائی جان و بہا بھی جان کا بہت کچھ
 لگا کر جاتا پڑتا ہے۔ وہاں راجگڑھ میں دیکھنا، مجھے ہر طرح پر آزادی حاصل
 ہوگی۔ یہ معنی میں درشن خیالی کے۔ یہ نہیں کہ آدمی کے سب کچھ، مگر عمل کے
 نام سے خیر سلا۔

[جاتا ہے۔ پردہ کرتا ہے]

بہتر ہے۔ تسلیم۔

سین (۱۳)

آج کا دن وہ میں شرت اور اُنکے ہسٹریک کرے میں بیٹھے ہیں۔ یوسف کے آنکلی اٹھاتے ہوئے ہے آ
 ماسٹر۔ غدرنگار سے جو کارڈ (یا تھن) (چھٹا سلام دو۔) (یوسف غول ہوتا ہے)

یوسف۔ تسلیمات۔

ماسٹر۔ سلام کا جواب (شمار۔) سے نہیں آپ کو کوئی خاص کام؟
 یوسف۔ جی نہیں کوئی خاص کام نہیں، بجز اس کے کہ ذرا صابن لے کر آج کی بات
 کی خاص تعریف کی تھی۔ اسی سے میں بھی مشتاق ہو کر آپ کی ملاقات کیلئے چلا آیا۔

ماسٹر۔ آپ نے کچھ ایجوکیشن (تعلیم) پایا ہے؟

یوسف۔ جی، بی، اے، پاس کیا ہے۔

ماسٹر۔ یہیں انڈیا (ہندوستان) کے کسی کالج سے؟

یوسف۔ جی ہاں۔ ہارڈنگ کالج خلد آباد سے۔

ماسٹر۔ (غیور ہے، کہ انڈیا کا ایجوکیشنل سسٹم (نظام تعلیم) اتنا خراب ہے

کہ ہم یہاں کے کسی بی۔ اے، ایم۔ اے کو ایجوکیٹڈ (تعلیم یافتہ) نہیں کہہ سکتا۔

یوسف۔ ہاں تقاض اور کثرت تقاض کے موخہ ہونے سے تو مجھے بھی انکار

نہیں۔ لیکن اس سے اتنا وسیع نتیجہ نکالنا شاید صحیح نہ ہو۔

ماسٹر۔ کیا آپ اس پوائنٹ (نقطہ) پر مجھ سے ڈسکس (بحث) کر سکتے ہیں، جبکہ

آپ جانتا ہے کہ آپ کے یہاں انڈین لینگویجز (مشرقی زبانیں) کپسری (لانی) ہیں۔

یوسف - اولاً، تو یہ واقعہ نہیں، کہ مشرقی زبانوں کی تحصیل ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں لازمی ہے۔ دوسرے ابھی مجھے یہ سمجھنا باقی ہے، کہ مشرقی زبانوں کی تحصیل انسان کو تعلیم یافتہ بنانے کے مافی ہے۔

ماسٹر - او۔ آپ کے خیالات کیسے تنگ و تنارک ہیں۔ آپ ہرگز اردو، فارسی، عربی، سنسکرت سے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ دنیا میں اب تک جتنے گریٹ مین (بڑے لوگ) گزرے ہیں سب کی ہی رلے تھی۔

یوسف - مجھے یہ قسمتی سے ایسے بڑے لوگوں کے نام سے واقفیت ہے، جو ان کے دلائل سے۔

ماسٹر - سرسید، ملٹن، نیوٹن، نیوٹن، سب کی ہی رلے تھی۔ ان لوگوں کا نام شاید انڈین یونیورسٹیز میں کبھی نہیں آتا۔

یوسف - یہ جناب نے کیا ارشاد فرمایا۔ ملٹن و نیوٹن کو اس بحث سے کیا تعلق ہے؟ ایک سرسید کا نام البتہ اس بحث میں لیا جاسکتا ہے، لیکن جناب فرمائیں، کہ انہوں نے اپنی کس تحریر میں یہ رلے ظاہر کی ہے۔

ماسٹر - او۔ آپ کیا کہنا ہے۔ میں سرسید کا خاص پرائیویٹ دوست تھا، مجھے انکے ورکس (تصانیف) کے پڑھنے کی کبھی ضرورت نہیں پیش آئی۔

یوسف - جناب علیگڑھ میں کس زمانہ میں رکھتے تھے؟

ماسٹر - ۱۸۶۶ء (۱۲۸۵ھ) سے ۱۸۷۵ء (۱۲۹۴ھ) تک۔

یوسف - تو شاید سرسید کی روح سے آپ کی دوستی ہوگی۔ کیونکہ وہ تو
۹۹ء میں زندہ نہ تھے۔ اور ہاں، جناب نے وہاں تعلیم کس درجے میں پائی؟
بی۔ لے، وہیں پاس کیا؟

ماسٹر - او۔ نو۔ کسی انٹرنیو نیوورسٹی سے بی۔ لے کرنا بیکار تھا۔ میں نے وہاں
اسکول میں پڑھا۔ بلکہ کلاس (چھٹے درجے) سے اٹھ کر آٹھویں تک۔

یوسف - ماشاء اللہ۔ اور کیمبرج سے بی۔ لے، کس مضمون میں کیا؟
ماسٹر - وہاں کے لوگ جس سبکٹ (مضمون) کو سب سے زیادہ مشکل سمجھتے تھے
اُس میں، یعنی اردو میں۔

یوسف - سچا ارشاد ہوا۔ تو اس میں آنرز حاصل کیے ہو گئے؟
ماسٹر - نہیں۔ میں نے خالی "پاس" لینا کافی سمجھا۔ عقلیت آدمی کبھی کسی چیز کا زیادہ
لاٹچ نہیں کرتا۔ علم بھی اکیلے لٹ ہے کبھی اسکا زیادہ لاٹچ نہیں کرنا چاہیے۔
یوسف - کیا خوب ارشاد ہوا۔ اور جناب نے یہ ال۔ ال۔ ڈی کی ڈگری کہاں
سے حاصل کی ہے؟

ماسٹر - یہ امریکہ کی آنریری ڈگری ہے۔

یوسف - کسی علمی خدمت کے صلے میں؟

ماسٹر - او۔ آپ کس طرح کی بات کرتا ہے؟ جب ہم نے بی۔ لے کر لیا، اور
اسکے بعد امریکہ کی ایک پرائیوٹ یونیورسٹی کو پانچ سو روپیہ عہدیدار، تو مشاہیر معلوم ہو گیا،

کہ ہم یہ نیورسٹی سینٹر (یونیورسٹی کے معاملات) میں پورا اثر رکھیں (وچسپی) لیتا ہے۔
اور اسی پر سکول ال - ال - ڈی کا آئیڈی ڈگری مل گیا۔

یوسٹ (علیحدہ) افسوس دنیا کس قدر ظاہر پرست ہے اور اسے دھوکا دینا
کس قدر آسان ہے! ایک شخص جو حالت کا پہلا ہے، اسے ٹیگڈ، کیمریج، اور کیے
ہام سے دنیا کو مرعوب کیے ہوئے ہے! (آواز بلند) آپ کو اب تک کسی نے پہچانا
نہیں۔ واقعی آپ تو عجیب و غریب اوصاف کا مجموعہ ہیں۔ (ارے، یہ تو بڑے
کہ یوں تو جناب کو جملہ علوم و فنون پر عبور ہو گیا، مگر کس مصنون سے خاص طور
پر وچسپی ہے؟

ماہستر - یہ آپ نے ٹھیک کہا۔ ہم کو ہر سبک (مصنون) سے اثر رکھنا (وچسپی) ہے،
لیکن ہمارے پیش اثر (خاص وچسپی کا سبک) ایجوکیشن (تعلیم) ہے۔
آپ ہمارا حال سنئے، اس طرح پر ہے، کہ ہمارا مومن آئری اسٹنٹ کلکٹر
تھا۔ اُس نے بہت سا روپیہ گمایا تھا۔ اسنے بلکہ برسٹری کے لیے لنڈن بھیجا۔
ہم کئی برس یورپ میں رہا، اور لنڈن، پیرس و برلن کی خوب سیر کیا، لیکن
استحان میں کبھی شریک نہیں ہوا۔ کئی برس بعد ہم نے کیمریج یونیورسٹی جو آئین
شریک ہوا کیا، اور وہاں سے اردو میں بی۔ اے، پاس کی ڈگری لیا۔ اتنے
میں ہمارے اموں پر بالییری (رشتہ) کا کیس (مقدمہ) چل گیا۔ وہ اس سے
آخر کو چھوٹ گیا، لیکن سارا روپیہ ڈفنس (اپنی بریت) کے بیرٹرز کو دے دینا پڑا۔

تب ہم کو انگلیش سیر لوٹا پڑا۔ پھر ہم نے امریکہ کی ایکسپریٹس یونیورسٹی کو ۵۰۰
 روپیہ بھیج کر ان - ڈاکٹری کی ڈگری لی۔ پھر ہم نے ایجوکیشنل سروس (صیفہ تعلیم میں)
 آتا چلا، لیکن یہاں کا انگریز باگ امریکہ سے بہت جلتا ہے۔ وہاں کی ڈگری کو
 پوس (فرنی، مصنوعی) ڈگری بتاتا ہے۔ اسکے بعد ہمارے ناموں نے ہم کو انسپکٹر
 جنرل پولیس سے اسٹریٹو پولس (ملاویا) کرادیا۔ اسکی میم کا ایک دفعہ انہوں نے
 جان بچا یا تھا۔ وہ انکو بہت مانتا تھا۔ اُس نے ہم کو سال بھر کے لیے اس
 کنڈیشن (شرط) پر، کہ ایک سال کے بعد یہ جگہ پیڈ (باتخوار) ہو جائیگی آزیری
 انسپکٹر پولیس کر دیا۔ ہم کو شکار کا بہت شوق ہے۔ ہم ایک دفعہ شکار کر رہا تھا،
 سامنے ہم کو ایک ڈارک آبجیکٹ (سیاہ چیز) ملتا ہوا معلوم ہوا۔ ہم سمجھا کہ سور ہے
 اور قیر کر دیا۔ جب وہ چلا یا، تو معلوم ہوا، کہ وہ ڈاک آبجیکٹ (سیاہ چیز) سور
 نہیں، کالا آدمی تھا۔ کسی راجہ کا گراسکٹ (گھسیارہ) تھا۔ ہم نے اسکی عورت کو چاکو
 روپیہ دیکر چپ کر دیا۔ پھر ایک دن یہ ہوا کہ ہم نے اپنے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی
 جنموں نے اس کہیں (معاذہ) کو ہش اپ (دبا دیا تھا) کر دیا تھا، شکریہ میں عورت کی۔
 جب وہ کھانے پر آئے، تو ہم نے سب آدمیوں کے سامنے اُسے کھدیا، کہ آپ کا ملٹی
 بہت سیلا ہے، ہم ایسے آدمی کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔ اسپر وہ خفا ہو کر چلا گیا، اور
 ہماری رپورٹ کر دی۔ تب سے ہم نے وہ نوکری چھوڑ دیا اور اب یہ پڑھانے کی
 نوکری کرتا ہے۔ آپ نے ہمارے بٹے بجائی سٹرک کے۔ اکبر کا نام سنا ہوگا۔ بہت

مشہور آدمی ہے۔ وہ کلکتہ ہائیکورٹ میں بیرسٹری کرتا تھا، اور دن تھا وہ زندہ (ایک ہزار) ماہوار کا انکم (آمدنی) رکھتا تھا۔ لیکن ہمارے ماموں سے لاٹ صاحب نے ایک روٹ لکھا کہ جو رسکٹ (عزت) گورنمنٹ سروس (سرکاری ملازمت) میں ہے، وہ بیرسٹری میں نہیں۔ آپ کا بھانجا اگر گورنمنٹ پلیڈری (سرکاری وکالت) کر لے، تو ہم اُسکو دو برس کے انڈر جیفٹ جسٹس کر دیگا۔ تب سے وہ بیرسٹری چھوڑ کر اودھ میں گورنمنٹ پلیڈری کرتا ہے۔ اب وہ ہنڈرو ٹوٹی ٹائیو (ایک سو پچیس) ماہوار کماتا ہے۔ لاٹ صاحب کے جمدار سے اُس نے بہت دوستی پیدا کر لیا ہے۔ ہر سنڈے (اتوار) کو اُس سے ملنے آتا ہے۔

یوسف۔ تو یہ کہیے "اس خانہ تمام آفتاب ست" یہ تو آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی بہت ہی دلچسپ سوانحی بیان فرمادی۔ نواب صاحب کو غالباً جناب کے ان کمالات و خاندانی خصوصیات کا علم نہیں۔ ہاں، یہ تو فرمائیں، کہ جناب اپنی گفتگو میں انگریزی الفاظ کا اس قدر اسراف کیا کیوں کرتے ہیں؟

اسٹیر۔ او۔ آپ کے سامنے تو ہم بہت کم نگلش ورڈز (انگریزی الفاظ) بولا۔ پہلے ہمارا یہ عادت تھا، کہ ہم چیرائی، کانٹبل، چوکیدار، سب انگریزی میں بات کرتا۔ جب کہتا کہ وہ نہیں سمجھتا، تو اُردو میں اُسکا ترجمہ کرتا۔ البتہ مشرف سے بات چیت کرنے میں جیسا بالکل اُردو بولنا پڑتا ہے، وہ ابھی انگریزی کا ایک لفظ نہیں جانتا۔

یوسف۔ آگوار تہ جو تہ یہ بھی بیان فرمادیجئے کہ جناب کا اسم مبارک کس زبان کا لفظ

ہے اور اس کے کیا سنی ہیں؟

ماسٹر - او۔ آپ مینرز (آداب تہذیب) بالکل نہیں جانتا، جو کسی سے اُگلے پرائیوٹ (خانگی) حائل پوچھتا ہے۔ اچھا، ہم آپ کو یہ بھی بتائے دیتا ہے۔ ان بچے ہمارا نام عبدالباسط رکھا تھا۔ انگلینڈ میں ہم کو ایک ڈائریکٹر (خادمہ) کے ساتھ محبت ہو گیا۔ بہت آدمی محبت میں اپنا رجمن (مذہب) بدل دیتے ہیں۔ ہم نے اپنا نام بدل کر ڈائریکٹر کر دیا۔ اس طرح کہ ”باسط“ کو ”بیشی“ اور ”عبدل“ کو ”الما“ کر دیا۔ اب سب لوگ ملے بیٹھتے ہیں۔

یوسف - ماشاء اللہ۔ کیا خوب استاد اور کیا خوب شاگرد ہیں۔ اچھا اب بہت دیر ہو گئی۔ رخصت ہوتا ہوں۔ لیکن ماسٹر صاحب، آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ کی وجہ سے میرے تجربات میں اس قدر اضافہ ہو گیا۔ نسیم - (جاتا ہے)

[ایک منظر دوڑا ہوا آتا ہے]

خدیجہ گار - یہاں میاں یوسف تو نہیں ہیں؟

ماسٹر - کیوں خیر تو ہے؟

خدیجہ گار - اس وقت بٹیا کی طبیعت بہت خراب ہے۔ سر میں درد تو صبح سے تھا، لیکن اس وقت بہت تیز ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی دوا کئی دفعہ لگا چکی ہیں، مگر کچھ آرام ہی نہیں ہوتا۔ سرکار نے حکم دیا کہ میاں یوسف کو بلا لاؤ۔ وہ کوئی عمل جانتے ہیں، آکر ٹیم، مسٹر ٹیم کچھ ایسا ہی کام ہے، شاید اُس سے آرام ہو جائے۔ سنئے

ہیں اُس سے بیماری فوراً اُتر جاتی ہے۔

مشرف - اُنھم، ہوگا بھی۔ جاؤ جہاں یوسف و دوست کہاں۔

ماسٹر - چلو، مشرف، گھوڑ دوڑیں چلیں۔ وقت آگیا۔ کہو آج بازی لگانے کے

لیے کتنے روپیہ ہے؟

مشرف - آج تو کچھ بھی نہیں، کوئی پانچ ہزار ہوگا۔

ماسٹر - خیر کیا ہرج ہے، ابھی تو گھوڑ دوڑ کئی روز ہوگئی۔ آج پہلا دن ہے۔

(دو دنوں جاتے ہیں)

سین (۴)

[باقر حسین کے مکان کا ایک حصہ۔ ایک طرف ایک خدمتگار دو درجی حرکت آتا آتی ہے]

خدمتگار - کہو، بوا غفورن۔ اب تو بیابا کی طبیعت بجال رہی ہے نہ؟

غفورن - ہاں، رجانی (رمضانی) اب تو اسد کا فحل (فضل) رہتا ہے۔ یہی نیک لڑکی تو ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔

رمضانی - ہاں، حجاز (مرآج) تو بہت ہی اچھا ہے، اپنے بھی دل سے دعا نکلتی

ہے کہ پھر وہ گارہا جنس خوش رکھے، لیکن بوا، ایک بات کہوں جو بُرا نہ مانو۔

غفورن - کہو۔

رمضانی - نہیں، مجھے ڈر لگتا ہے، تم بُرا مان جاؤ گی۔

غفورن - نہیں۔ میں نہیں بُرا ماننے کی، تو کہہ تو۔

رمضانی - اچھا - ادھر آد توکان میں کوں - (سرگوشیاں کرتا ہے)
 غفور (غنیب آد حیرت کے ساتھ) ارے یہ پوست! دیکھنے میں کیا بنا کھبت
 (نیکبخت) معلوم ہوتا تھا - اللہ اسکو گارت (غارت) کرے، جو سیری بیٹی کو بڑی نظر
 سے دیکھے - لیکن بھائی مجھے اب تک اس بات کا اکین (یعنی) نہیں آتا۔
 اگر کہیں یہ گات (غلط) نکلے تب؟

رمضانی - مجال تھی جو اتنی بڑی بات میرے منہ سے خلافت نکل سکتی - قسم اللہ کی
 غفور بوا، جب اپنی آنکھوں دیکھ لیا، تب تمہارے آگے زبان کھولی - بھلا جب
 اشرا فوں نے یہ حرکتیں شروع کر دیں، تو ہم لوگوں کو کون بڑا کر سکتا ہے؟
 غفور - اچھا، اب اس وکت (وقت) تو یکم صاحبہ کے پاس مجھے بڑی
 جلدی ہے - تھوڑی دیر میں آؤنگی، تب کھلا صہ (خلاصہ یعنی مفصل) باتیں
 ہونگی - میرے تو جیسے ہوش اڑے جاتے ہیں -
 رمضانی - بات ہی ایسی ہے

[دونوں جاتے ہیں] [یوسف آتا ہے]

[قوب باقر حسین کے مکان کا کوئی حصہ]

یوسف (ٹہل ٹہل کر گاتا ہوا نظر آتا ہے)
 شو، شش جوش جنوں اب جلوہ دکھانے لگا ہے یعنی جو کچھ دل میں تھاب بپا جانے کو ہے
 رخصت لے غلبہ و حقن الوداع لے پاس منع بندشوں سے اب زبانی آزاد ہو چکا ہے

ہنگی مبروہ سکونِ فانی کی آہا
جامِ منبط آہ و نالہ اب چھلکا جانے کو ہے
دستِ بسمل سے عنانِ مبروہ چھٹ جانے کو ہے
دستِ بسمل سے عنانِ مبروہ چھٹ جانے کو ہے
نوب کر شوقِ جفا، لیکن شکر یہ بھی سوچ
کیا وفا کشی کا جذبہ اسے مرٹ جانے کو ہے
بے ادب لبِ اُنسے کچھ کہنے کو بھی مضطر
اُنکے چہرے پر سیا کی پھر جھکاب آنے کو ہے
سچ بتا، تاظر، مسرت تھکوا تخی کیوں کی
اُنکی محفل میں کوئی تیری غزل گانے کو ہے

یوسف، یوسف، کیا میں وہی یوسف ہوں جو آج سے دو ہفتے پیشتر تھا؟
نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر میں وہی ہوتا، تو اس وقت اپنے تئیں کسی عظمیٰ صحبتِ باطلو تکدہ
میں پاتا۔ یہاں اس وقت یہ عاشقانہ شہاد پڑھتا ہوا نہ ہوتا۔ یہ آخر کیا بات
ہوئی؟ کسی نے مجھ پر سحر کر دیا؟ کسی سخت مرض نے مجھے گھیر لیا؟ نہیں، کچھ
بھی نہیں۔ پھر آخر کیا ہے؟ ٹھہرو، میں خود، علامات کی مدد سے اپنے مرض
کی تشخیص کروں گا۔ سب بڑا تفسیر اپنی حالت میں میں یہ پاتا ہوں، کہ پہلے جن مشاغل
میں میں ہمہ تن مصروف و متہمک رہتا تھا، جنکے لیے ہر طرح کا عیش و آرام اپنے اوپر
حرام کر لیا تھا، اور جن مشاغل میں انماک کے آگے مجھے نہ موسم کی تکلیف تھاتی
تھی، نہ بھوک پیاس کی۔ اب اُنھیں مشاغل کی طرف سے طبیعت اُچاٹ ہو گئی ہے۔
سائیں کے مسائل کی تحقیقات کو میں نے اپنا مقصد زندگی بنایا تھا، اور کل تک اُنکی
ادھیر میں میں نہ رات کو رات سمجھتا تھا، نہ دن کو دن۔ لیکن آج یہ حال ہے کہ گھنٹہ
و دو گھنٹے بھی اپنی توجہ ان پر کیوں کے ساتھ قائم نہیں رکھ سکتا۔ پھر آخر وہ کس شے پر

جتا ہے؟ ایک صورت پر؟ کس کی صورت پر؟ عزیز و محبوب سخی کی صورت پر۔ یہ
 صورت میرے لیے کوئی نئی نہیں، اس سے پیشتر میں نے بار بار دیکھا تھا۔ لیکن
 یہ جذبہ جو اب پیدا ہوا ہے میرے لیے بالکل نیا ہے، بالکل انوکھا ہے۔ پھر صورت
 کی دلکشی پر غور کرتا ہوں، تو بھی کوئی غیر معمولی خوبی ذہن کے سامنے نہیں آتی۔ ہنسا
 کا تناسب، جسم کی نزاکت، اطوار کی نفاست، ان میں سے الگ الگ کوئی شے
 ایسی نہیں نظر آتی، جسکے لحاظ سے حسنی نگاہ نہ روزگار ہو۔ مگر پھر یہ کیا ہے کہ یہ سمجھنے
 کے باوجود بھی، حسنی کی طرف اپنے میں ایک خاموشش، ایک غیر معمولی میلان
 پاتا ہوں؟ کچھ عقل ہی نہیں کام کرتی۔ لیکن آخر، میں چاہتا کیا ہوں؟ صرف
 یہ کہ ہر وقت حسنی سے یکجا رہوں۔ ہر وقت اسکی صورت میرے پیش نظر رہے۔
 میں اس سے کسی وقت بھی جدا نہ ہوں۔ کیا یہ میری خواہش، اخلاقی، شرعی،
 قانونی، کسی حیثیت سے معیوب ہے؟ مجھے تو ایسا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن کیا مجھے
 اس خواہش میں کامیاب ہونا ممکن ہے؟ کیا ایسی کوئی صورت نکل سکتی ہے، کہ
 میرے اور حسنی کے درمیان ایک ناقابل انفصال وابستگی قائم ہو جائے؟ اسکی
 صورت عقد ہے۔ تو کیا میں عقد کر لوں گا؟ کیا شادی کر کے خانگی زندگی کے
 جھگڑوں میں پڑ جاؤں گا؟ کیا میں جس شے سے ہمیشہ بچتا رہا، اب مجبوراً اس میں پڑنا
 پڑیگا؟ میں شادی کو اپنے لیے جرم سمجھتا تھا، تو کیا اب اس جرم کا مرتکب ہوں گا؟
 کیا فطرت نے میرے غرور کو توڑنے کے لیے یہ سامان اکٹھا کر دیا ہے؟ نہیں، اے فیاض و

رحیم فطرت! رحم۔ تجھ پر رحم! مجھے ان مصائب میں نہ ڈال۔ ان آفتوں میں نہ پھنسا۔
 میں انہیں نہیں تحمل کر سکتا۔ میرے پیر میں بیڑیاں نہ پھنسا، میں انہیں نہیں اٹھا
 سکتا۔ مگر میں یہ کیا کہ رہا ہوں؟ مجھے ان آفتوں میں کون پھنسا رہا ہے؟
 میں خود ہی تو دستہ اس آگ میں کود رہا ہوں، اور خود ہی فریاد کرتا ہوں کہ
 ”مجھے بچاؤ“ ”مجھے بچاؤ“۔ اچھا، اب میں کو مستحق قرار دے کر اس طرے سے اپنی
 طبیعت ہٹانے لیتا ہوں۔ لیکن کیا میں اس پتہ پر دوڑ رہا ہوں؟ افسوس کہ
 مجھ میں اعتماد نفس نہیں رہا۔ پہلے مجھے اپنی ذات پر اعتماد تھا، اپنی قوت پر
 بھروسہ تھا۔ لیکن اب میں اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہوں۔ اسے جذبات
 نفسانی! میں نے تمہاری قوت کو ہمیشہ ذلیل سمجھا۔ میں تمہارے سامنے
 اپنے دل و دماغ کو بحس پاتا تھا، لیکن یہ کیا ہے کہ میری عقل تمہارے پہلے
 ہی حلقے میں مغلوب ہو گئی؟ کیا واقعی انسان کی عقل ایسی ہی بڑی شے ہے؟
 افسوس یہ سکہ آج میری سمجھ میں آیا۔ دلائل کی مدد سے نہیں ذاتی تجربے سے۔
 کتابوں کے مطالعہ سے نہیں آپ بیتی سے۔ اور مغرور و دیر خود غلط انسان اکیلا
 تیری انسانیت و شائستگی، فرزانگی و تدبیر کی ہی بساط ہے؟ اسے عشق و محبت
 کی پاک و مجرّد ہستی! میں نے تمہاری شان میں ہمیشہ گستاخی کی، تمہیں ہمیشہ حقیقت
 سمجھا، تمہارے وجود سے ہمیشہ انکار کیا، لیکن اب حقائق زندگی یہ کہنے پر مجبور
 کرتے ہیں، کہ حقیقی وجود تمہارا ہی ہے۔ ایسی قوت جو انسان سے کام لے سکے وہ

صرت تھیں میں بے عقل و ظلم فلسفہ و منطق یہ سب الفاظ ہیں جو مرد نکتاؤں
میں لکھے جاتے کے قابل ہیں برتنے کے لائق نہیں۔ ہاں میں پھر ہکا بکا جانا ہوں۔
حُسنی، عزیزِ حُسنی کا تصور کہتے کرتے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ حُسنی، کیا تو مجھے
میری خواہش میں کامیاب ہونے دیگی! ہا۔ ہا۔ یہ کس قدر طفلانہ خیال ہے،
کہاں حُسنی، کہاں میں! دولت و افلاس کا کہیں چوڑل سکا ہے؟ لیکن نہیں مجھے
خیال ہوتا ہے، کہ تیری خاموش نگاہ نے بھی مجھے پیامِ محبت دیا ہے، کش
یہ چ ہو! مگر میں کیا کہہ رہا ہوں؟ یہ سب میرا دھم ہے۔ اوفہ۔ کس قدر نقص
خیالات و باغ میں چکر کھاتے ہیں۔ کیا یہ جنون ہے؟ ہاں شاید جنون کی وہی
قسم ہے، جسے عشق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب میرے سر میں جگہ۔ آ۔ آ۔

[کسی پڑکڑا ہے]

[پردہ گرتا ہے]

ایکٹ سوم

سین (۵)

[راجہ جگدھ میں فواب باقر حسین کی کوٹھی کا پائین باغ]

یوسف: [دکھتا ہوا آتا ہے]

دلت پوتی ہے پاس نرا کت، کیسے ہوئے آہ و فغاں سے شور مچا مت کیسے ہوئے

لوہ و کیو آگیا نہ زباں پر کسی کا نام
 رت سے ہم تھے منہ محبت کیے ہوئے
 اگلا سا وہ سکون و مسکنات کہاں، کلاب
 شوریدگی ہے بندہ رست کیے ہوئے
 پھر آئے پھر نظر میں کسی کا خرام تاز
 سامانِ فقہانے قیامت کیے ہوئے
 وہ دل کہ جلوہ گاہِ سرور و نشاط تھا
 اب غم ہے اُسکو مدفنِ حسرت کیے ہوئے
 یہ شوق دید ہے کہ چلا میں عدد کے گھر
 خود داری و غرور سے فرصت کیے ہوئے
 پھر دل میں ہے کہ دیکھے جرأت کا آتما
 انجام کو حوائثِ قسمت کیے ہوئے
 اب دل میں لولہ بھی نہیں کوئی جزا کہوں
 اندازہ زبونی قسمت کیے ہوئے
 بیگانہ وار درپہ کسی کے چلا ہوں پھر
 سامانِ صد منتقنِ الفت کیے ہوئے
 ناظر کے پیشِ غفل بھلا اب کہاں دست
 ہے مست اُسکو بادۂ الفت کیے ہوئے
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ پرسوں جرأت کر کے حسنیٰ کو جو خط میں نے
 لکھ بھیجا تھا، اُسکا جواب تو خاطر خواہ آگیا تھا، لیکن دل کو اب بھی تسکین نہیں
 ہوتی۔ ممکن ہے یہ سب اس نے محض میری تشغی کے لیے لکھ دیا ہو، لیکن نہیں،
 اُسکی سہی معصوم لڑکی سے یہ بگنائی صحیح نہیں۔ بیشک اُسکی زبان اور اُسکا دل
 ایک ہے وہ کہیں اپنے جذبات کا غلط اظہار نہیں کر لگی۔ اور ایسا کہنے کی اُسے
 کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اگر وہ میرے پر ازمانِ دل کو ٹھکرا دینا چاہتی ہے تو اسے روک
 نون سکنا ہے۔ لیکن شاید اُسے میری محبت کی قدر ہے۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ سچی محبت
 بے اثر نہیں رہتی۔ ممکن ہے یہ قولہ صحیح ہو۔ بہر حال اسوقت اسکا فیصلہ ہوا جانا ہے۔

اُس نے یہاں۔ اسی وقت تو آنے کو کہا تھا (گھڑی دیکھ کر) ابھی چمنٹ بنی
ہیں۔ میں ہی تو اذیت سے پہلے چلا آیا۔ خیر۔ سُنی اگر تو نہیں تو تیرا اصول
تو میرے پاس موجود ہے، اُسے مجھ سے کون جدا کر سکتا ہے؟ مگر حُسن سے میں اذیت
گفتگو کیا کروں گا؟ اپنے دل کو ٹوٹتا ہوں، تو اب بھی خاص شلوخی کا کوئی دامن
نہیں پاتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ حُسن سے ایک دائمی کجیائی رہے جس میں
کسی کو دخل و تصرف کا اختیار نہ ہو۔ مگر ظاہر ہے، کہ ایسی مالک نہ کجیائی کا حق
بجز شادی کے اور کس صورت میں حاصل ہو سکتا ہے؟ اور آخر شادی میں سنا لیتے
ہی کیا ہے؟ حُسن صورت و حسن سیرت کی یہ جا بست اور کہاں مل سکتی ہے؟
سچ تو یہ ہے کہ میں اپنے مذاق کے مطابق کوئی بڑی تصنیف بھی کرتا، تو یہی
حُسن ہوتی۔ لیکن بالفرض خود حُسنی رہنا منہ بھی ہو گئی، تو کیا اُسکے والدین یہ
پسند کریں گے؟ بڑا مسئلہ مشرف کا ہے۔ بچپن کی نسبت اور وہ بھی کس کے
ساتھ؟ حقیقی چچا کے لڑکے کے ساتھ۔ اُسے چھڑا دینا کچھ آسان نہیں۔ امیر
اُسے چھڑا کر میرے ساتھ کس توقع پر کریں گے؟ مشرف جاں سہی بد ملن بھی، فائز افضل
سہی، میخوار سہی، لیکن دولت مند تو ہے مگر میں نے تو اس حُسن کے..... (حسن آتی ہے)
سنے۔ بھائی جان۔ تسلیم عرض کرتی ہوں۔ آپ کس خیال میں محکومے ہیں؟
یوسف (چمک کر) آئی۔ کیا وہ صورت میرے سامنے آگئی، جسکی تباہی قصور
سے میں ابھی اتیں کر رہا تھا۔ میں کس خیال میں محکوم تھا؟ اسکا جواب میری

زبان سے نہیں، اپنے دل سے مانگو۔ لیکن ہاں یہ تباؤ۔ تم نے مجھے ابھی بھائی کے لقب سے کیوں یاد کیا تھا؟

حسینی۔ کیوں کیا آپ میرے بھائی نہیں؟ چاہے کتنی دور کا رشتہ ہو، مگر ہے تو آخر بھائی بہن کا رشتہ۔ اور اگر یہ رشتہ نہ ہوتا، تو ذرا یہ سوچئے میں آپ کے سامنے یہاں اس طرح کھڑی کیونکر ہوتی؟ خدا مجھے اُس دن کے واسطے زرخہ نہ نہ رکھے، جب میں کسی محض اجنبی مرد کے سامنے یوں آزادی سے بے پردہ کھڑی ہوں۔

یوسف۔ میری عزیز بہن حسینی، بیشک تمہاری رگوں میں شرافت کا اصلی خون ہے میں اپنے سوال کو واپس لیتا ہوں۔ واقعی اب تک میرے تمہارے، سو اس کے اور کوئی رشتہ نہیں۔ لیکن فرض کرو میرا دل کسی

جدید رشتہ کا آرزو مند ہو، تو کیا مجھے اس خواہش میں کامیابی ہو سکتی ہے؟ [حسینی شرم سے چپ ہے]

یوسف۔ میں اپنے سوال کے جواب کا منتظر ہوں۔ فرصت کم اور خطرات بہ پیش۔ مجھے امید ہے کہ عقل و دُراندیشی اس سچی شرم و حیا سے مغلوب نہ ہوگی۔ حسینی۔ ایسی باتوں کا جواب میں اُس سے زیادہ نہیں دے سکتی جو اپنے خط میں کیے چکی ہوں۔ لاکھ اپنی طبیعت کو مضبوط کرتی ہوں، مگر بے شرمی کی باتوں کے بے زبان ہی نہیں کھلتی۔

یوسف۔ یہ تمہاری شریفانہ تربیت کا دوسرا خوب ہے لیکن اگر میں بھی سچی

رسمی شرم و حیا کو ٹھوٹا رکھیں تو یہ معاملہ قیامت تک نہیں سلجھے گا۔ ایسے اگر اجازت ہو تو میں ایک آدمی سوال زیادہ صفائی کے ساتھ کر دوں۔
حُسنی - آپ کو اختیار ہے۔

یوسف - اچھا۔ تو کیا تم کسی ایسی صورت کو دل سے پسند کرو گی، جس سے میرے تمہارے جائز طور پر ذاتی کیمیائی کاسمان ہو جائے؟
حُسنی - میں اقرار تو کر چکی ہوں کہ آپ کی محبت کو، آپ کے ساتھ رہنے کو دل سے پسند کرتی ہوں۔

یوسف - نہیں۔ نہیں۔ میرے سوال کے جواب میں ہاں یا نہیں کہو۔
حُسنی - اچھا، آپ ہی کے لفظوں میں "ہاں"۔

یوسف - بس۔ بس۔ حُسنی - تم نے اس جواب سے گویا تازہ زندگی بخش دی۔ اگر میں تمہارے سامنے زیادہ چرب زبانی سے اظہارِ شوق نہ کر سکا، تو اسے شوق کی کمی پر محمول نہ کرنا۔ کوئی جذبہ جب مد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکا اظہار العاف کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ ایسے موقع پر شاید سکوت کلام سے زیادہ بلیغ ہو تا ہے، اور خامشی گفتگو سے بہتر ترجمانِ شوق بن سکتی ہے لیکن ہاں، ابھی تم نے میرے سوال کے جواب میں "ہاں" کہا تھا، اسے دوبارہ کہو۔ درد مند دل ہر تازہ اقرار سے تازہ لطف حاصل کرنا ہے۔ میں ایسا نہ ہو، تم جلد اپنے اقرار کو بھول جائو۔

خوشی - انھوں نے کہ آپ مجھ سے ایسی بدگمانی نہ رکھتے ہیں۔ میں ابھی تو آپ کے سامنے اقرار کر چکی۔ اور شریف لڑائی اپنے عہد سے کبھی نہیں بچھ سکتی ہاں یہ دعویٰ ہے کہ آپ کی خوشی کے لیے اپنے الفاظ کو بار بار دہرائی رہوں۔
 یوسف - نہیں۔ اب تجدید عہد کی ضرورت نہیں۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ مگر ابھی ایک سوال اس سے زیادہ اہم باقی ہے۔
 حسنی - اُسے بھی فرمائیے۔

یوسف - وہ یہ کہ تمہارے والدین اس رشتہ کو کہاں تک پسند کریں گے؟
 حسنی - ہاں، میاں جان کی طرف سے مجھے بھی ڈر ہے۔ لیکن اول تو سمجھتا ہوں بھانسنے سے وہ خود ہی راضی ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ معاملہ تو اپنی خوشی کا ہے۔ اس میں والدین کہیں زبردستی کر سکتے ہیں؟

یوسف - لیکن فرض کرو، تمہارے والد راضی نہ ہوئے اور انھوں نے نے شہریت ہی کے ساتھ نسبت قائم رکھ کر تباہ کیا ہو گا؟

حسنی - شہریت نے انتیجاب و قبول میں تو ہر مرد و عورت کو آزادی دی ہے۔ تو جس بات میں عقد کا کوئی گناہ نہیں، اُس میں بہتوں کے ہنسنے کا کیا ڈر؟

یوسف - آفریں۔ اسے! بہت لڑائی تیری بہت پر آفریں۔ میں تجھ کو نازک و کمزور جسم والی لڑکی سمجھتا تھا۔ لیکن اب سلوم ہو اگر اس نازک جسم کے اندر تو خیر کا میگزین رکھتی ہے۔ قابل رشک ہے وہ شوہر جسے ایسی بیوی ملے۔ گرامفٹ

کرونا، اگر میں کہہ دوں کہ میں نے تمہیں تمہیں اپنی مانی حالت سے ملنے کو دینے کی
جو بات کروں، تاکہ تم کسی غلط فہمی میں نہ رہو۔ یہیں سادہ ہے کہ مشرف کے
ذاتی حالات چاہے جیسے ہی ہوں، تاہم وہ ایک دو لقمہ شخص کا لڑکا ہے جو
ایک بڑی جائداد کا وارث ہونے والا ہے۔ اگر میں اس کے دیکھتے ہوئے بہت ہی
منفوس ہوں۔ میری آمدنی کل اس وقت تیار رہے ماہوار کی ہے، اور شاید آئندہ

بھی.....

حسنی - ہیس - ہیس - اب گفتگو کو ختم کیجیے۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے،
کہ شادی فریقین کی دو اہمیت مزاج پر کی جاتی ہے، تجارت کی غرض سے نہیں۔
اعد میں سمجھتی ہوں کہ جس لڑکی میں کچھ بھی شرافت کا اثر ہے، وہ اس عقول کو
کبھی نہیں بھول سکتی۔ اگر آپ محبت کی قیمت سونے چاندی کے ٹھیکروں سے
دینا چاہتے ہیں، تو میں یقین کر لوں گی، کہ آپ کو محبت کی قدر نہیں۔ ورنہ
آپ محبت کا معرغم سمجھتے ہیں، بلکہ آپ ایک برداشت دوکاندار ہیں، تجارت
کی طبیعت۔ اور میں کہہ دوں کہ ان لوگوں کے دل گرہے ہیں

یوسف - حسنی، تمہاری تقریر کا ہر جملہ تمہارے دل و دماغ کی اعلیٰ خوبیوں
کا کہ میرے ذہن میں ٹھٹھا جاتا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اپنے درجہ پرستی کا ٹھٹھا
کین لفظوں میں کروں۔ ہر حال اس وقت کی گفتگو نے میرے دماغ کے اوپر سے
بڑا دوجہ ہٹا دیا۔ اب جب تم نے خود اپنی زبان سے کچھ ایسا فرمایا، کہ میں

دھار دیا تو مجھے زمانہ بھروسہ کسی کی مخالفت کی ناخوشی کی پروا نہیں۔ لیکن بیان سے عزیز حسنی۔ بڑا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔ میرے دل کو اب بھی پورا احسان نہیں ہوتا۔ ہر چند اپنی طبیعت کو سمجھاتا ہوں کہ جب تم نے مستحکم عود کر لیا، تو پھر کیا خوف رہا۔ لیکن اسے کیا کروں، کہ میرا دل اندر ہی اندر کہہ رہا ہے، کہ اس پائین محبت کا انجام نیک ہوتا نظر نہیں آتا۔ عشق کا خاتمہ عموماً ٹریجڈی پر ہوتا ہے۔ کاش ہمارا افسانہ محبت اس نکتہ میں آشنا و ثابت ہو۔

حسنی۔ ان دھم پرستیوں کا جواب تو مجھے آتا نہیں.... (آہٹ پکڑ کر) کوئی آتا ہے۔ اچھا، اب رخصت۔ [جاتی ہے۔ نوب کا ایک ذہنگ راتا ہے۔] خد تشکار۔ کیسے یوسف میاں۔ اس وقت آپ یہاں باغ میں کھڑے کیا کر رہے ہیں؟

یوسف۔ کچھ نہیں۔ آج کتاب دیکھنے دیکھتے طبیعت اگتا کئی تھی، ذرا دوسرے تفریح کے لیے چلا آیا۔ اب جاتا ہوں۔ [جاتا ہے]

خد تشکار۔ اس اب کیوں نہ پائے گا۔ اب تو میں نے آکے آپ کے منے میں جلسہ راز رکھا۔ اچھا، اب مجھے یہ کہاں بیچتے ہو۔ اس وقت تو میں نے سارا سال لکھ لکھ لیا، ابھی جا کر سرکار کو تیار کیا چھٹا سنا ہوں۔

[جاتا ہے]

سین (۲)

[نواب باقر حسین ڈرائنگ روم میں تہنابٹھے ہوئے ہیں]

باقر حسین (خود بخود) اوفہ - یہ عیاری، یہ مکاری، یہ غداری، اور کس سے؟ مجھ سے! مجھ سے، جسکی قربانگی و تدبیر و پڑوسی کا اچھے اچھے انگریز ہمارو ہمارے مانے ہوئے ہیں۔ جسکی کل کی چھو کری، اور یوسف کل کا ٹوٹا، جو دیکھنے میں لکھیا، بھونٹا بھالا، سیدھا سا دھما معلوم ہوتا ہے، یہ دونوں مجھ سے اڑنا چاہتے ہیں۔ مگر میں نے بھی واسطہ وہ چال چلی ہے کہ یوسف کو چھین کا دودھ یاد آجائے۔
[خندنگاڑا ہے]

خندنگاڑا - حضور - خلد آباد سے مولوی ہدایت اللہ صاحب رات کی گاڑی سے آئے ہیں۔ سرکار اسوقت مجلس میں تشریف لیا چکے تھے۔ اب وہ سلام کیلئے بیٹھے ہیں باقر حسین (دل میں) انا، یہ کہاں سے آپٹے۔ یہ جب آتے ہیں ہمیشہ میری کسی نہ کسی مصلحت کا خون کر جاتے ہیں۔ مگر اب میں بھی انکو خوب سمجھ گیا ہوں، انکے سے ہزار ہدایت اللہ آجائیں تو میرا کیا کر سکتے ہیں (خندنگاڑا) اچھا، ہلاؤ۔
[وہ جاتا ہے۔ امداد اہمیت اللہ آتے ہیں]

ہدایت اللہ - السلام علیکم۔

باقر حسین - آداب عرض، جناب - (بٹلگیر بول کر) بڑی عنایت کی، جو قدم رنج فرمایا یہاں تو وطن کا آدمی دیکھنے کو آئیں تیس جاتی ہیں۔ بھائی جان کو بار بار لکھا کہ

کہ آپ کو کچھ روز کے لیے یہاں بھیج دیں۔ ہاں آپ خداوند اگر کسی شہر سے لڑا کرتے ہیں
 سب خیریت، آپ کا مزاج تو اچھا ہے، اور ہاں یہ آپ نے کیا غصہ کیا، کہ مجھے
 رات ہی کو جگانے دیا۔ مجھے ابھی معلوم ہوا۔ مذمت گاروں کو میں نے سوت ڈال دیا
 آپ اور مجھ سے گفتگو اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں ؟

ہدایت اللہ۔ آپ کی مہرانی ہے۔ وطن میں سب لوگ خیریت سے ہیں۔
 باقر حسین۔ اور فرمائیے۔ مولانا کیا حال ہے ؟

ہدایت اللہ۔ اب تو میں یہاں آیا ہوں، میرا حال دو چار روز قیام کروں گا۔
 تب آپ سے مفصل باتیں ہوتی رہیں گی۔ اس وقت سب سے چھوٹا کھانا
 میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔

باقر حسین۔ ارشاد فرمائیے۔ یہاں تھک رہا ہوں۔ کوئی آئینہ لانا نہیں۔

ہدایت اللہ۔ مجھے اس معاملے میں لب کشائی کرتے ہوئے ذکر معلوم ہوتا ہے
 لیکن جو محبت آپ سے اور آپ کے خاندان سے ہے، وہ مجبور کرتی ہے، کہ
 جو کچھ میرے فہم ناقص میں آتا ہے، آپ کے گوش گزار کر دوں، عمل کرنا نہ کرنا آپ کا
 فضل ہے۔ لیکن کم از کم میں تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔

باقر حسین۔ تو فرمائیے، اس قدر تمہید اٹھانے کی کیا ضرورت ہے ؟

ہدایت اللہ۔ بات یہ ہے کہ میں جس کمرے میں شب کو سو رہا تھا، اُس کے برآمدہ
 میں آپ کے خدمتگار آپس میں باتیں کر رہے تھے، اس وقت میں جاگ رہا تھا۔

اس لیے اُنکی آواز میرے کانوں میں پڑی جس واقعہ کا وہ ذکر کر رہے تھے،
 اسکے سننے سے مجھے وحی تکلیف ہوئی۔ آپ پر گوانگریزیت بہت چھائی ہوئی ہے
 تاہم نیر تو مشرقی ہی ہے، اسے آپ کہاں بدل سکتے ہیں۔ پھر میں ایک غیر شخص
 ہوں، جب مجھے اتنا رنج ہوا، تو آپ والد ہیں، آپ کو کیسا کچھ مدد مہیا ہوگا
 میں اس واقعہ پر اپنی دلی ہمدردی پیش کرنے کے بعد یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں
 کہ جناب نے اسکا علاج کیا تجویز کیا ہے؟

باقر حسین۔ آپ بھی مولانا، لونڈوں کی شرارت سے ڈر گئے۔ جو کچھ ہوا بیشک
 انیس کے قابل ہے، لیکن اس پر زیادہ اعتنا کرنا اور علاج و علاج سوچنا ایک فضول حرکت
 ہدایت اللہ صاف کیجیے گا۔ آپ شاید معاملہ کی اہمیت و نزاکت پر کافی غور
 نہیں کیا۔ یوسف کی طبیعت سے آپ خوب واقف ہیں۔ وہ کتنا مستقل مزاج اور بات
 کا پکا ہے۔ جو جی پر دم لیتا ہے، اگر ہی ڈالتا ہے، اسی طرح حسنی کو بھی آپ اپنے ایسی
 آزادانہ تسلیم و تربیت دی ہے، کہ اُس کا رونا بھی آپ لوگوں کے بس کی بات نہیں
 ہیں قبل اسکے کہ کوئی فیصلہ کیجیے، ملن چلوں پر غور کر لیجیے۔

باقر حسین۔ سب غور کر لیا ہے۔ اسی خفیت اور کتنی ہم بھی اپنے بچپن میں
 بہت دیکھ چکے ہیں اور دیکھ لیا ہے، خود ہی کہہ چکے ہیں جس کی کیا مجال جو میرے
 حکم میں ذرا بھی دخل دے سکتے۔ رہا یوسف، تو ان صاحبزادے نے بھی دنیا کی خواہش
 نہیں کھائی ہے۔ ایک ہی بھٹکے میں ایک کس بل نکل جائیں گے۔

ہدایت اللہ۔ یہ میں آپ کی زبان سے کیا سن رہا ہوں؟ مانا کہ حسنیٰ و ذہابہ
 سعادتمندی آپ کے حکم سے سرتابی نہ کرے، لیکن کیا شرع نے اسے اس معاملے
 میں پوری آزادی نہیں دی ہے؟ کیا قانون نے اس آزادی کو برقرار نہیں رکھا ہے؟
 کیا یورپ نے جسکی تقلید میں آپ نے حسنیٰ کو یہ تعلیم دلائی ہے، اس آزادی کو عورت
 کے لیے نہ صرف جائز بلکہ فرض نہیں قرار دیا ہے؟ پھر آپ کس نیا پرستی کا اس حق سے
 محروم کر دینا چاہتے ہیں جو اسے قانوناً، اخلاقاً، شرعاً، ہر طرح حاصل ہے؟

یا قمر حسین۔ یہ لگے آپ، تفسیروں کی طرح بحث کرنے۔ آپ کی ساری تجویزوں کا جواب
 میرے پاس یہ ہے کہ میرا حکم ہے اور ان لوگوں کو میرا حق ماننا لازم ہے۔

ہدایت اللہ۔ تو یہ حریت سہل کا دعویٰ محض زبانی ہے۔ سوشل رفاہ محض
 ایک کھلونا ہے۔ روشنی خالی صرف ایک ٹٹی ہے جسکی آڑ میں ہر شخص کو خود غرضوں
 کے پوسنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔

یا قمر حسین۔ چو یا نہ ہو۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے طنز سے متعلق جو دیکھائی
 اصولوں کے پیچھے میں دامن خلیج کا خون کروں۔

ہدایت اللہ۔ آنری آپ کی ہمت پر۔ آپ نے اصلاح و روشن خیالی کے لیے
 جو رسدے دعوے رکھنے والوں کے کیر کیر کے متعلق مجھے بہت ہی اچھا سبق دیا۔
 لیکن ہاں، ایک بات یہ تو بتائیے کہ کیا آپ واقعی شرف کو یوسف سے بہتر
 شہر سمجھتے ہیں؟ کیا مشرف کی آوارگی، بد ملیتی، فاسقیت، بیخواری، سب

آپ کے لیے راز ہیں؟ اور کیا اسکے مقابلہ میں یوسف کی شرفِ انجیلی، علمِ فضل، اخلاقی قوت میں سے کوئی شے اُلکی سفارش نہیں کر سکتی؟

باقر حسین - ہں۔ موسوی صاحب، ہں۔ میں اس سے زیادہ نہیں سیکھتا
کہاں شرفِ میرا حقیقی بھتیجا، خانہ انی جہاد کا وارث اور کہاں یوسف،
ایک مفلس کا لڑکا، اپنی آمدنی جہز روپے ماہوار سے زائد نہیں خدا کے
لیے اب آپ اس پر زیادہ گفتگو نہ کیجیے۔

ہدایت اللہ - بہتر ہے۔ آپ کی تعمیل ارشاد میں خاموش ہوتا ہوں۔ جو کچھ
میرا فرض تھا میں نے ادا کر دیا۔ میں صریح دیکھ رہا ہوں کہ آپ ناما قیامت نشی
کے غامکِ طرٹ اپنی اولاد کو بے جا رہے ہیں جو بہرہ و آپ کی زندگی کو ہمیشہ تلخ
کر دینے کا آلہ ثابت ہو۔ اس پر آپ کو مستند کر دینا میرا فرض تھا۔ جو میں نے
ادا کر دیا۔

باقر حسین - معاف کیجیے ایسے وعظ و نہاد اور اسے عرض سے۔
ہدایت اللہ - اکبر الہ آبادی کا ایک شعر میں نے بارہا سنا تھا، مگر اسکے معنی
آج روشن ہوئے :

ور چوٹوس دیکھتے ہر روز نہ ستر دیکھتے ہیں
فرخچر دیکھتے ہیں اور ڈر دیکھتے ہیں

آج معلوم ہوا کہ اس "وہ" کی منیر ہمارے ہندوستان کے دالہ بن کی طرح ہے جو

ہوتی ہے۔

باقر حسین۔ بہت مئے ہیں اس طرح کے شعر شاعری کر کے آپ مجھے اولاً
کی شادی کسے اہم معاملات میں میری رلے تبدیل کرانا چاہتے ہیں۔ چہ خوش!
ہدایت اللہ۔ اب آپ دفتر کے کام دیکھیے میں پھر کسی وقت جاسر ہونگا۔

[جاتے ہیں]

باقر حسین (خود بخود) یو قوف، مندی، ججٹی۔ نہ کسی کی مصلحت کا خیال
کریں نہ معاملات کی تہ تک پہنچیں ہر بات میں دخل دینے کو مستعد۔ پوچھے
آپ سے یہاں آتے کو کس نے کہا تھا؟ فرماتے ہیں مشرف میں فلاں خرابی ہے
اور فلاں خرابی ہے۔ گویا مجھے خبر ہی نہیں۔ ارے صاحب مانا وہ جو رہے،
ڈاکو ہے، اُچکا ہے، پھر اس میں میرا کیا بڑا ہے؟ کوئی اسے یا مادے کو قبول
نہیں کر سکتا۔ جب یہ نہیں تو مجھے اُسکے چال چلن سے کیا بحث؟ خیر۔ اور تو
اور اپنے محدود یوسف کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ بڑھا کھا ہے، ہمیشہ
بولتا ہے، کبھی شراب کو منہ نہیں لگاتا، کبھی زڈھی کے پیاں نہیں گیا۔ ارے
صاحب گیا ہوا نہ گیا ہو، میں اس سے کیا سروکار؟ یہ دیکھیے کہ آخر وہ کیا بنا
گیا ہے۔ بہت نیک و پارسا ہے تو جا کر کسی خاتون میں بیٹھے۔ کسی مسجد میں ٹھیکر
نسیج پڑھے۔ میرے یہاں شادی کا کیوں جو ملہ کر رہا ہے؟ اخبار میں اسکی تعریف چھپتی
ہے، چھپا کرے۔ دو پارہ کولوں کے میاں جی اُسکے نام پر واہ واہ کرتے ہیں،

کیا نہیں، ہم کو اس سے کیا غرض؟ ہم کو وہ لون تیزانہ لادے گا؟ غیر
 دفان کر دے اس قصے کو۔ مگر ہاں اسوقت ہدایت اللہ کا روٹھ نہ چلا جانا، اچھا
 نہیں ہوا۔ ممکن ہے یہ خبر یوسف کو پہنچ جائے۔ اچھا، یہ خطرہ ابھی
 مٹائے دیتا ہوں۔ (گھنٹی بجتی ہے۔ خدشہ گزرتا ہے) مولوی ہدایت اللہ کو بلا
 (آتے ہیں) مولانا معاف فرمائیے گا۔ میں نے آدھ گھنٹہ پیشتر جو کستا خانہ
 لٹے کھتے، اُن معین معاف کر دیجیے۔ اسوقت مجھے اشتعال ہو گیا تھا۔ لیکن
 اب میں اپنی حرکت پر تادم، اور آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

ہدایت اللہ: یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی ملال ہوا ہی نہیں
 جو میں معاف کروں، البتہ اگر آپ اپنی اصل رلے میں ترمیم کر دیں، تو مجھے
 زیادہ خوشی ہوگی۔

باققر حسین: میں نے اے بھی منظور کر لیا۔ انے عرصہ کے غور کے بعد، مجھے آپ کی راک
 بہت پسند آئی، اور آپ ہیں اعتراف کرتا ہوں کہ میری پہلی رلے غلط تھی۔

باققر حسین: الحمد للہ۔ یہ واقعی آپ نے بڑی خوشخبری سنائی۔ تو اب میں
 مطمئن ہو جاؤں۔

ہدایت اللہ: بالکل، اب انشاء اللہ میں آپ ہی کی رلے پر کاربند ہوں گا۔

[ایک خدشہ گزرتا ہے، رلے ہوئے آتا ہے]

باققر حسین: یہ دوسرا یوسف کے نام ہے۔ (آدھی اے لگتا) (پنا آکر کھٹے

ہوے) خدا خیر کرے، معلوم نہیں کس کا تار ہے (پڑھ کر) اوہو، خدا آباد سے آیا ہے، یوسف کے والد کا ہے۔ لکھا ہے۔ "میں سخت غلیل ہوں، معالجین نے جواب دیدیا ہے۔ یوسف کو فوراً بھیج دو۔" دیکھیے مولوی صاحب کسی کی زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ (یوسف اپنا تار ہاتھ میں لیے ہوئے آنا ہے) بیٹا یوسف، تمہارے تار کا بھی غالباً وہی معنوں ہو جو میرے تار کا ہے۔ ہا۔ تمہارا والد میرے کس قدر گہرے دوست ہیں، خدا انھیں شفا دے۔ ایسے مختص دوست اس زمانہ میں کہاں ملتے ہیں۔ اگر خدا خواستہ انکی حالت دیگر گوں ہوئی تو (آبدیدہ ہو کر) میری زندگی ہمیشہ کے لیے بے لطف ہو جائیگی۔ یوسف - میرے تار میں مرض فالج کی تصریح ہے۔

باقر حسین - ضعیفی کا فالج اور جوانی کی تپ! خدا ہی ان امراتوں سے کسی کو اچھا کرے تو کرے۔ اچھا بیٹا۔ اب تم وید نہ کرو۔ ٹرین کے وقت میں دوہی گھنٹے باقی ہیں۔ کیا کیوں، آجکل سرکاری کام ایسے درپیش ہیں، ورنہ میں خود تمہارے ساتھ جلتا۔ تم ابھی لڑکے ہو۔ میں تمہارے والد کو بچپن سے جانتا ہوں۔ ایک بمثل شخص ہیں۔ انسان کا ہیکو ہیں۔ فرشتہ ہیں فرشتہ۔ بجز دعا کے اور کیا کر سکتا ہوں۔ خدا تمہیں جلد خوش و خرم لانے۔ بس بیٹا۔ اب رخصت ہو۔ میری طرف سے اپنے والد کی بہت بہت عزائم پڑسی کر دینا۔ خدا حافظ۔ [یوسف آہستہ آہستہ دروازہ کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ مولوی صاحب اسے

اٹھ کر جاتے ہیں۔ نواب بھی اندر جاتے ہیں۔ کمرہ خانی دیکھ کر یوسٹ پھر واپس آتا ہے۔
 یوسٹ (خود بخود) حسنی، عزیز و محبوبہ! میں دیکھتا ہوں کہ تیری محبت نے
 مجھے فرض فراموش بنا دیا ہے۔ والد کی یہ حالت، وہ اپنے آخری دیدار کے لیے
 بلاتے ہیں، مگر میرے قدم نہیں اٹھتے۔ اٹھتے ہیں اور اٹھ اٹھ کر رک رک جاتے
 ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں نہ جاؤں؟ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابھی میرے ہوش
 وحواس اس قدر درست ہیں کہ والدین کے سارے حقوق بھول نہیں گیا ہوں۔
 خیر۔ جانا تو پڑے ہی گا، لیکن.... (آہٹ پا کر) کون؟ آہا، میری مائے تسکین
 میری سکون خاطر کی دیوی، تو کہاں؟

حسنی (ٹھٹھکیں بٹھکیں) ابھی، ابھی میاں جان کی زبانی ان خوش تاروں کا
 حال معلوم ہوا۔ خیر، جائے اور اپنے زاد راہ میں میری دعاؤں کا انبار لیتے جائے۔
 خدا پھر کسی دن، جلد ہی خوشی ملے۔ بس زیادہ گفتگو کا موقع نہیں۔ رخصت۔
 پیار.... (جلدی سے اس لفظ کو بدل دیتی ہے) اے ٹھٹھکیں دل کے ٹھٹھکیں دل آرا
 رخصت۔ [جاتی ہے ایک خدمتگار آتا ہے۔]

خدمتگار۔ میاں، آپ ابھی تک یہیں کمرے ہیں۔ تانگے والا ابھی کمرہ رہا ہے
 ریل کا وقت جا رہا ہے۔ [دو غن جاتے ہیں۔]

سین (۳)

[نواب بتر سین کا پاؤں باغ]

حسینی (خود بخود) عجب مشکل میں جان پڑی ہے۔ یوسف کو سدھارے ابھی چند گھنٹے ہوئے ہونگے کہ یہ دل میں اسکی طرف سے کیسے کیسے بڑے منصوبے آنے لگے۔ دیکھتے ہیں کیسا بھول بھال سا بیگم کا بیٹا معلوم ہوتا تھا، لیکن خوب ہوا جو اسوقت میں مریاں جان اور باجی کی باتیں سن لیں۔ نہیں تو ہمیشہ اسی دھوکے میں پڑی رہتی۔ مریاں جان کو کیا معلوم تھا کہ میں اڑ میں کھڑی ہوں، وہ بالکل اکیلا کھجور باجی سے ذکر کر رہے تھے کہ اس یوسف کو سیدھا نہ سمجھنا، یہ بڑا دغا باز ہے۔ کئی برس ہوئے یہ ایک خراب لڑکی کو ہمیشہ کے لیے خراب کر چکا ہے، اور آج کل میں کسی عیسائی لڑکی کے پیر میں ہے۔ کیا مریاں جان کی باتوں پر میں یقین کر لوں؟ شاید اُنھوں نے غلط سمجھا ہو۔ مریاں جان کے پاس تو اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اصلی خط موجود ہیں۔ اُنہو، وہ بھی کسی نے فرضی بنا لیے ہونگے۔ لیکن نہیں، مریاں جان کیسے دھوکا کھا سکتے ہیں؟ وہ یوسف کا خط خوب پہچانتے ہیں۔ یا اللہ! میری تو جان حیران ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ تو دل سے یوسف کی محبت جاتی ہے۔ اُنہو کی باتوں کا جواب لیتا ہے۔ (عشرت آتی ہے) آجی، عشرت آجی، آجی۔ میں تو ایسے کا راستہ دیکھ رہی تھی۔

عشرت۔۔۔ کون کچھ کاہنہ؟

حسینی۔ نہیں، کوئی ایسا کام تو نہیں ہے۔ نہ اُنہو کی باتوں کا جواب دینا اور نہ ہی چاہتا تھا، کہ آپ آجائیں، تو کچھ باتیں ہوں۔

شرشت - بیٹا، یہ پریشانی تو تم نے خود اپنے ہاتھوں پیدا کی ہے۔ میں کسی دوسرے کی مثل کیا کام دے سکتی ہے؟ اور تم انشاء اللہ اپنی عقل کے سامنے دو سرور کی منتی کب ہو۔

حسنی - میں آپا، یہ تو کوئی استہزی نہیں، اور خالص آپ کا کہنا تو خائیں نے بھی ٹالا ہی نہیں۔ مگر آجکل تو این مصیبت میں ہوں جیسے آئے ہوئے حواس گم ہیں۔

عشرت - مصیبت ا مصیبت تو کچھ بھی نہیں، ہاں یہ کہو، کہ تمہیں اپنے ہاتھوں مصیبت پیدا کرنے کا شوق ہے۔ ہاں باپ کا حکم نہ مانو، رفیقوں عزیزوں کی بات خاطر میں نہ لاؤ، مدت کی کچی پکانی بات کو تو ذکر سارے خاندان کی بدنامی کر دو۔ ایک بے جانے پچانے مرد کی چکنی چڑی باتوں میں اگر شیطان کو فرشتہ اور فرشتہ کو شیطان سمجھنے لگو۔ اور پھر چاہو کہ کوئی پریشانی پاس نہ بھٹکنے پائے۔ یہ سودا نہیں تو اور کیا ہے۔

حسنی - آپا، آج سے دو روز پیشتر آپ میرے سامنے یہ باتیں کرتے تھے تو میں سچ کہتی ہوں کہ سارا ادب لحاظ بالاسے طاق رکھ کر آپ کو سخت جواب دیتی، لیکن اب اصرار جوئی باتیں معلوم ہوئیں، انھیں سن سن کر سوچ میں رہا کرتی ہوں کہ کہیں میری ہی نظر نے تو دھوکا نہیں کھایا۔

عشرت - اے ابھی کیا؟ ابھی تو دو ہی روز ہوئے اتنا فرق ہو گیا۔ انشاء اللہ جوں جوں سمجھ آتی جائیگی، تمہیں کھلتی جائیگی۔ مگر تم نے کتنے

حُسنی - پتلے تو سیاں جان کو باجی سے بہہ کھینے سنا کہ

عشرت - اچھا، وہ حال تو میں کبھی سن چکی ہوں۔

حُسنی - پھر آج صبح غفرون نے داروغہ کی زبانی بیان کیا کہ اُس نے اُس کے

کس بس (یا اللہ، تو بہ - میں تو بہ کر کے کہتی ہوں کہ) میوں کی ٹٹلی اتھویریں نہیں

بقول بواغفرون کے، کسی شریف کے کس میں ایسی تسبیحیں، کیسے بہہ سکتی ہیں،

جب تک اُس مرد کی طبیعت خود ہی خراب نہ ہو۔

عشرت - تم ہی سوچو، تم ہی سمجھو - میری تو اول دن سے تیری رسلے رہے ہیں،

میری ایک بات کا جواب دو۔

حُسنی - کیے۔

عشرت - یہ بتاؤ، کہ دنیا میں کسی طرح کا عیش و آرام بغیر روپے کے ممکن ہے؟

اچھا کھانا، کھانے کو، اچھا کپڑا پہننے کو، نوکر چاکر کام کرنے کو، یا تم کو لکھنے پڑھنے کا

شوق ہے، تو اچھی اچھی کتابیں پڑھنے کو، بھلا ان میں سے کوئی چیز، بے روپے

کے آدمی کو مل سکتی ہے؟

حُسنی - اچھا تو۔

عشرت - تو یہ کہ تم جو وسف پر رکھی ہوئی تھیں، تو مجھے یہ بتاؤ کہ اُس کے پاس

کوئی خزانہ، کوئی جائیداد، کوئی علاقہ ہے؟ پھر وہ کہاں سے خود کھاتا اور کھائے

بے تم کو کھانا؟ رہے بھائی شرف، تو اول تو خدا کے فضل سے اُن میں کوئی

ایسی بُرائی نہیں اور اگر جیسا دشمنوں نے مشہور کیا ہے، کوئی ایک آدمہ آتا
 ایسی دسی ہوئی نہیں، تو یہ نہیں دیکھتیں، کہ سوتلا جوں کا ایک علاج اُنکے
 پاس نہ پید کیا موجود ہے۔ مگر انکی طبیعت لا اُبالی ہے، علاقے کا اُتقان
 نہ کریں گے، تمھاری جوتی سے۔ آخر مختار کا رندے، دیوان تو رکھ سکتے ہیں؟
 وہ سب دیکھ لیں گے، دستخط یہ کر دیں گے۔ پھر بیماری، کاہلی سب کے ساتھ
 ملتی رہتی ہے، کسی دن تمھارے دشمنوں کا جی ماندہ ہوا، اُس وقت بڑی بڑی
 غیسیں دے کر حکیم ڈاکٹر بلانا، پیسے والے کا کام ہے یا بے پیسے والے کا؟
 بولو، میں سچ کہتی ہوں یا جھوٹ؟

حسنی - ہاں اب تو یہ باتیں کچھ کچھ میری سمجھ میں بھی آتے لگیں۔
 عشرت - ”کچھ کچھ“ اب بھی کچھ کچھ۔ تو پوری کس دن سمجھ میں آئیں گی؟ تمھاری
 باتوں پر غصہ بھی لگتا ہے، اور ہنسی بھی آتی ہے۔ ہاں دیکھو ایک بات تو میرے
 خیال سے اُتر ہی گئی تھی۔ نسبت نہ آتا کرتے وقت اسکا بھی خیال نہ لگتا تھا کہ
 کہ لڑکا آپس کا ہے، یا پڑیا ہے۔ اپنے گھر کا لڑکا چاہے ادا ہو، مگر پھر اپنا ہوتا
 ہے۔ اُس پر چار غریبوں کا اندر دباؤ ہوتا ہے۔ دو اگر غیر لڑکا ہوا، تو چاہے جیسے
 ہو پھر آخر غیر ہی ہے۔ کچھ نہیں، تو ہمارے لئے وہاں کی ریت ریم ہی رہی
 فرق ہو گا، وہ غیرت نکال جا سکتی ہے۔ اُسکی کوئی بات میں نہ پسند نہ آتی
 ہمارے پاس کا کوئی طور طریقہ اُسے پسند نہ ہو تو بیچ نہ دیتی سمجھانے والے

نہیں، کسی کا اسکے اوپر دباؤ نہیں۔ تباؤ اسی حالت میں کسی شکل پڑتی ہے؟
 تم ابھی بچہ ہو، میں تمہارے دیکھتے پھر کچھ دنیا کا تجربہ رکھتی ہوں۔ آخر دو چار
 سال تم سے بڑی ہوئی ہوں۔ پھر اللہ رکھے، پیارے کے باپ کا سابقہ دوسرے
 سے نباہ رہی ہوں۔

حسنی - ہاں۔ یہ بات تو ٹھیک ہے [نزدہت آتی ہے]
 نزدہت (حسنی کو مخاطب کر کے) مبارک - حسنی باجی - بیاہ مبارک -
 حسنی - کیا بگتی ہے۔

نزدہت - بگتی کیا ہوں، تمہیں مبارک باد دینے آئی ہوں۔ لیکن اللہ باجی ام
 سے آتا پردہ - پرسوں نکاح اور ہیں آج معلوم ہوا۔

حسنی - یہ چھوڑ کر سچ سچ سڑن ہو گئی ہے۔

عشتر - ہاں نزدہت، اس وقت باتیں تم کچھ ہلکی کر رہی ہو۔

نزدہت - نہیں آپا۔ ہلکی باتیں نہیں۔ ابھی خالو آبا کی زبان سے سنے چلی
 آتی ہوں، کہ پرسوں شرف بھائی جان کے ساتھ حسنی باجی کا بیاہ ہے۔ بچے بچے
 کی رسم کچھ نہیں ہوگی، بس خامنی صاحب آکر چپ چاپ وہ دونوں پر معدیں گئے،
 پھر دھوم دھام پیچھے کو ہوتی رہے گی۔

حسنی - میں جاگتی ہوں یا خواب دیکھ رہی ہوں۔

عشتر - آں۔ یہ بات تو واقعی اپنے بھئی کی ہے۔ ماموں جان کو ایسی کہا جلدی

پڑی ہے۔ لیکن کہ نہیں سکتی۔ شاید اس میں انکی کوئی مصلحت ہو۔ زمانے کا
اوپنچ نیچ وہ ہم لوگوں سے اچھا جانتے ہیں۔

نزدہت۔ تو آپا چلو نہ۔ خود چل کر ماموں جان سے دریافت کر لو۔

عشرت۔ اس چلو۔ (حُسنی سے) تمہارے پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں
ابھی آکر تم سے مفصل حال کہتی ہوں۔ [عشرت و نزدہت جاتی ہیں]

حُسنی۔ یا اللہ رحم میری عالمت پر رحم۔ پڑوس نرسوں تک میں کیا تھی اور
آج کیا ہو گئی ہوں۔ کہاں یوسف۔ بے وہ عہد و پیمان، اور کہاں آج میرا جان
کے پسند کیے ہوئے گھر میں جانے کا ساز و سامان! یوسف، تو مجھے بیوفا و بد عہد
تو نہ کہے گا؟ لیکن نہیں، اہل الزام میرے اوپر نہیں رہتے اور پرچے۔ تو نے خود ہی
تو مجھے بیوفائی و بد عہدی کا سبق دیا۔ پھر اگر وہی داؤں میں تیری ساتھ چلی، تو مجھ پر
کیا گناہ ہو سکتا ہے؟ پروردگار اس معاملہ کا انصاف تیرے ہاتھ ہے۔ میں بقصور
ہنسیا کی چالوں سے ناواقف ہوں۔ [عشرت و نزدہت آتی ہیں]

عشرت۔ میں جا کر تحقیق کر آئی۔ وہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے اصل شاید
کہ شاید ہمارا راجہ صاحب اسی ہفتہ میں ماموں جان کو کسی بڑے منروزی سرکاری کام
پر ولایت بھیجیں۔ اس واسطے ماموں جان چاہتے ہیں کہ تمہارے فرض سے ۱۰۱
ہو جائیں۔ دھوم دھام مبد کو ہوتی رہیگی۔ شرف بھائی تو میاں موجود ہی ہیں،
انکے والد سے عیسیٰ، انھوں نے تار پر اجازت سنگا چلی ہے۔ ولایت کا جانا کچھ مُندہ کا نوالہ

تو سب نہیں۔ ڈیڑھ دو مہینے تو آنے ہی جاتے ہیں لگ جاتے ہیں۔ اور جس کام کے لیے جاتے ہیں وہ بھی جلدی کا نہیں۔ اسکے طے کرنے میں چھ مہینے لگیں سال بھر لگ جائے۔ اسے بیچ میں نہ معلوم کیا دشمن کیا فساد کھڑا کر دیں۔ انہیں سب مسلمانوں کو سوچ کر ماموں جان تمھاری طرف سے اطمینان کر لینا چاہتے ہیں۔ ہاں مہاراجہ صاحب اُنکے اس سفر کو راز رکھتا چاہتے ہیں۔ اس واسطے ماموں جان اپنے اس ارادہ کو ہر ایک پر ظاہر بھی نہیں کر سکتے۔ خیر، نیک کام میں جتنی جلدی ہو، بہتر ہے۔ خدا مبارک کرے۔ اب چلو اپنی باجی کے پاس، وہ تجھے بلاتی ہیں۔ تم چلو۔ ہم لوگ بھی آتے ہیں۔ [سُنی گئی]

عشرت۔ میں کہتی ہوں، مامو جان کے برابر دنیا میں عقل کسی کو نہ ہوگی۔ ہم کو ڈر ہے تھے کہ دیکھا چاہیے سُنی کا بیاہ کوماں اور کیسے ہوتا ہے۔ لیکن مامو جان نے کیسی عقلندی سے سارا انتظام کر لیا۔

نزدہت۔ چھو یہ سب اچھا ہے، کہ راجل یو سنجیاں نہیں ہیں۔ نہیں شاید کوئی اور خرابی پڑتی۔

عشرت۔ ہاں یہ کو خدا کا اس خاندان پر فضل کرنا تھا، جو سارا سالہ اس طرح طے ہو گیا۔

نزدہت۔ کل میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ہم نے سنا ہے یہ سب کے نزدیک کا کچھ ٹھیک نہیں وہ خدا رسول کو نہیں ملتے کہتے ہیں ہر چیز قدرت سے پیدا

ہوئی ہے۔ ایسے کے ساتھ تو نکاح درست نہیں تو بتاؤ سسئی! اچی تم کیا
کر گئی؟ یہ سسکر سوچ میں آگئیں۔
[دونوں گئیں]

سین (۴)

سسئی تنہا، پنہ کمرے میں ہے۔ تبدیل لباس سے ملوم ہوتا ہے کہ شادی ہو چکی آ
سسئی (خود بخود) یا الہی، کیا میری بدنصیبیاں کبھی ختم نہ ہوگی؟ کیا میری مسیتوں
کا آ کر کبھی نہ ڈٹے گا؟ میں تو سمجھتی تھی، کہ اب ایک کی ہو کے بیٹھوں گی، پریشانیوں
سے نجات ملیگی، لیکن میں دیکھتی ہوں تو پریشانیاں چو گئی بڑھ گئی ہیں۔ ابھی شادی
ہوے پورے چار دن بھی نہیں ہوئے، کہ یہ بے پروائی شروع ہو گئی۔ کل صبح
سے غائب ہیں، آج شام ہوا چاہتی ہے، ابھی تک پتہ نہیں۔ گھر میں اپنے
جانے کی کسی کو اطلاع تک نہیں دی۔ یہ آخر ماجرا کیا ہے۔ عجب اسرار ہے۔
لاؤ اس میز کے ڈرائرز میں دیکھوں، شاید کوئی خط چھوڑ گئے ہوں۔ اور ب
جگہ تو ڈھونڈھ چکی ہوں، (ڈرائرز میں تلاش کرتی ہے) یہاں خط و طوطو کوئی
نہیں۔ مگر ہاں! یہ رجسٹری کیسی ہے۔ اسے پڑھتی ہوں۔ اوہو، یہ تو کسی دوکان
نے نوٹس دیا ہے کہ "میرے قرضے کی تعداد ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ ایک
ہفتے کے اندر بمیا ق کو دو، ورنہ مقدمہ دائر کرتا ہوں۔" اور یہ نوٹس ہے کس کا؟
اکن دال اینڈ کمپنی! جبران شراب و جنرل مرچنٹ کا۔ ساٹھ ہزار باغضب خدا کا
تو دو ہزار نہ چار ہزار! اور وہ بھی صرف ایک دوکاندار کے ہیں۔ معلوم نہیں

دوسروں کا کتنا حساب ہو۔ گھر کی جائیداد ہزار ڈیڑھ ہزار ہوا کر کی، اور قرضدار کی یہ حالت! گھر کی ساری جائیداد، ذرا بچا اس قدر دنیا میں پر پڑھا ہی جاسکتا تھا شاید یہ قرضہ ادا ہو۔ اور پھر یہ قرض قریبی دہائی کا نہیں۔ یہ سو سی قیس تو دنیا میں بچا دے چکا جان اپنے پاس سے چلا چکے ہیں، لیکن اتنی بڑی رقم تو ان کے بس کی بھی نہیں۔ پھر آخر کیا ہو گا؟ نالش ہو گی، ڈگری ہو گی، گھر کی قرض ہو گی، جائیدادیں ہم پر چڑھ گئی، اور ساری دنیا میں بدنامی، رسوائی جو ہوئی وہ الگ۔ یا اس قدر تو ہی اس شکل کو آسان کر۔ تیرے ہی ہاتھ میں اس گھر کی آبد و ہے (دوتی ہے)۔ آخر یہ کل صبح سے کہاں نمائے ہیں۔ شاید کہیں اسی روپے کی فکر میں گئے ہوں، مگر توبہ، اتنی سمجھ کہاں! یا شاید کہیں بدنامی کے ڈر سے چپ گئے ہوں، مگر یہ بدل، اندر سے کیوں اتنی زور زور سے دھڑک رہا ہے؟ کیا کوئی خاص سادہ پیش آنے والا ہے؟ (عشرت دھڑکی ہوئی آتی ہے)

حسنی: کیوں آپا، خیر تو ہے؟

عشرت: نہیں.... ہاں.... مگر زیادہ پریشان ہونے کی بات نہیں۔ غور چاہئے گا، انجام اچھا ہو گا۔

حسنی (سید گمبرا کر) کچھ کہو تو کیا ہوا؟

عشرت: تم اس سرکاری چٹھی کو پڑھو۔ اس میں مشرف بھائی کا کچھ حال لکھا ہے۔

حسنى (منابت پریشان لہجہ میں) میں اسوقت باؤلی ہو رہی ہوں۔ مجھ سے کچھ بڑھا وڑھا نہیں جائیگا۔ تم ہی خدا کے لیے عابدی کچھ حال بیان کرو۔

عشرت (روقی ہوئی) سکندر آباد کے کلکٹر (کلکٹر) کی بیٹیوں کی جان کے نام ہے۔ کجخت کو خدا غارت کرے، لکھتا ہے کہ "کل ایک نوادر شخص جو بظاہر فائز العقل معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے ملازمین کے یہاں ایک طوائف کے مکان پر پونچھا، جہاں ایک شخص پہلے سے موجود تھا۔ نوادر نے اس سے سخت کلامی کی، بسکا اس نے بھی جواب دیا۔ شور و غل کو سنکر ایک پولیس نے بیچ بچاؤ کرنا چاہا مگر نوادر نے اسپریدو اور فریڈ کو دیا، جس سے وہ فوراً مگر گیا۔ فیر کی آواز سنکر بہت سے لوگ جمع ہو گئے، جنہوں نے مل کر نوادر کو بہت مارا۔ اب وہ سخت زخمی ہو کر پولیس اسپتال میں ہے۔ اسپریدو قتل شد، وغیرہ کے کئی مقدمے چلائے جائیں گے۔ شخص اپنا نام مشرف بیان کرتا ہے، اور اپنے تئیں وزیر المجلد کا عزیز بتاتا ہے۔ امید کہ آپ اسکی شخصیت پر روشنی ڈالیں گے۔ اس کے ہمراہی مفور ہو گئے ہیں۔"

حسنى - بن عشرت، تم نے دوست ہو کر میری قسمت بھٹو دی جس نے مشرف سے دشمن لگا کر گھر پڑتی ہے۔ عشرت چند خدا کا بار دے اٹھائے جاتی ہے۔

(۵) سہیل

(حسنى اپنی خواب گاہ میں، زہریلوں خوابوں کو دیکھ رہی ہے)

"یوسف، مظلوم یوسف - میرے جیسے تیری گتکار ہوں۔ تو خدا کا بھلا کر

میں نے دشمنوں کے کہنے میں آکر تجھ سے بیوفائی کی۔ تو نے میرے آگے بھست کا تحفہ پیش کیا، لیکن مجھ نصیبوں میں نے اُسے بد عہدی کی ٹھوکروں سے پامال کر دیا۔ قبضہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا، لیکن آخر کیا تو۔ میں ہر طرح تیری گنگار ہوں، تو جو جی بچا ہے مجھے سزا دے۔ کیا تو مجھے قتل کر ڈالے گا؟ ہاں یہ تو اے تو میرے اوپر کیوں جھپٹتا ہے؟ کیا وہ اتنی مجھے جان سے مار ڈالے گا؟ ہاں تو کس سیدر دی سے خواب دیتا ہے کہ تم نے میرے ارمان میرے دل کا خون کیا ہے۔ کیوں نہیں اپنی تشویر تیرے گنگار خون سے رنگوں؟ اچھا، یہ سب، میری جان لیتا ہے، فاسے۔ لیکن میں جان پر کیوں وار کرتا ہے؟ کیا ایک جرم کی دودھ آدھیوں کو زرا دیکھا؟ میں جان آپ ہٹ جائیے میں کتنی ہوں، آپ ہٹ جائیے۔
اے کوئی سچا سناؤ دار یہی نہیں، بڑا۔

(گہری سانس لیکر) اُف وہ! میں نے کیا ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ ابھی تک کچھ نہیں رہا ہے۔ خدا خیر کرے۔ دیکھوں اسکی تعبیر کیا نکلتی ہے؟ میرے خواب کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ (یوسف وقتہ داخل ہوتا ہے) اے یوسف تم کہاں؟
یوسف: دریاؤں، مہاجرین، بلند کر کے شریف لڑکی، اپنا عہد پورا کر
(حسنہ جواب دہیران سر پہچھٹکا لیتی ہے)

یوسف: شریعت لڑکی اپنا عہد پورا کر۔

حسنہ: یہ آپ؟ یہ الود لیکر جاں کس بار اوسے سے آئے ہیں؟

یوسف - اپنی جان دینے اور عہد شکن کی جان لینے -

حسنی - لیکن میں پہلے اپنی سرگزشت تو سنا لوں -

یوسف - اب گفتگو کی گنجائش نہیں - فرستوں کا زمانہ آگفت و شنود کا وقت ختم ہو گیا ، مہلتوں کا خاتمہ ہے ، اور فرشتگانِ اجل کو اپنے کام کی جلدی -

حسنی - (گھٹنوں کے بل جھک کر) تو نے ، یہ سر حاضر ہے ، اسپر فیر کر - خودکشی پھر بھی حرام موت تھی - قتل ہو جانا اس سے ہزار درجے بہتر ہے -

یوسف - نہیں نہیں - حسنی ، جسے ایک زمانہ میں میں عزیز و محبوب کے لقب سے یاد کرتا تھا - اپنا سر اٹھا - پانچہ جس سے ایک مرتبہ پیمانِ محبت یا زور چکا پٹھرا

اُس پر کبھی نہیں اٹھ سکتا - یہ دیوالور میری اور صرف میری جان لینے کے لیے ہے

حسنی - نہیں یوسف تو خدا کے لیے مجھے زندہ نہ چھوڑ - قتل ہونا ، اور پھر تیرے ہاتھ سے قتل ہونا ، شاید یہی میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے - کاش مجھے کیا ہی میں سزا مل جائے ، کہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں -

یوسف - تیری شبیلیانی دیکھ کر تو تیری طرف سے میرا دل صاف ہو گیا - میں گہری سائش کا شکار ہوا ہوں ، پیشتر سیراستیاں تھا کہ اس میں تیرا ہاتھ بھی شریک

ہے ، لیکن تیری شبیلیانی نے یہ شبہ میرے دل سے نکال دیا - اب یہ ہاتھ قیامت تک تجھ پر نہیں اٹھ سکتا - اور یہ دیوالور ہاں بلیک فیر ہو گا ، اور ابھی فیر ہو گا ، لیکن

تیرے سینے پر نہیں میرے سینے پر - دماغِ حسرت و نا کامی اٹھانا ، اور اب دفنا

کا حصہ ہے، اہل جفا کا نہیں۔ ٹریڈی کیلئے موزوں سین عشق کا میدان ہو جسٹن
کی فضا نہیں۔ جُستی، اس نکتہ کو یاد رکھو۔ اس پر خود عمل کرو، اور مجھے کرنے سے خود
زندہ رہو، اور مجھے مرنے سے۔ ہم دونوں اہل بصیرت کے لیے عبرت کا بہت
بڑا مواد چھوڑتے ہیں، لیکن تو اپنی زندگی سے اور میں اپنی موت سے۔ اے
اہل دنیا، اگر تم آئندہ کبھی عشق کی غلامیت، ناکامی و حسرت آئینی پر نوہ کرنا،
تو قسم ہے تمہیں اپنے درد کی، کہ اُسکے ساتھ حسن کی سادگی بے بسی اور زود ہوشیاری
کو نہ بھول جانا۔ اچھا حسنی، رخصت ہو دیکھ میرے بعد دنیا کو میرا پیام ہو بچا دینا۔
[گاتا ہے]

عزت حسن ہے خود اپنے پہ نازاں ہونا	نازیش زخمِ جگر، رہن نکتہ اس ہونا
عاشق کیا ہے، بیکز کشکشِ عقل و جنوں	دل کو آفت میں پھنسا آپ سی حیراں ہونا
زندگی اصل میں ہے اک نفسِ طاہر و روح	سوت کیا ہے اسی زنداں سے گزراں ہونا
اُھرادی حری ہنر اوتھی تو کیوں یارب	میرے قسمت میں لکھا صاحبِ رازاں ہونا
ہم شہیدانِ دُعاوت کے خود ہیں شتان	بیراں شہوت میں ہے صاحبِ رازاں ہونا
لے اعلیٰ اس ہے تیری ہی دمِ یاسِ الم	تجھے زیبا نہیں انسان کو ہر اسان ہونا
رازِ ہستی وہ گہر ہے، جو کہیں کھل نہ سکی	فلسفی کے لیے آخر ہے پشماں ہونا
اُس جھانکارے اب کی بھی تلافی تو کیا	اب معذریں تو ہے تبرکاتِ طمان ہونا
میرزا اچھا ہم ہے دنیا کو اک عبرت کا بہت	دوستو، تم نہ سمجھی عشق میں غلطیاں ہونا

سب کو آخر ہے فنا حسن ہو یا شق و وفا اہل ہستی کبھی ہستی پر فنا ہوا ہوتا
 لذتِ روز کے منکر کو سنا و دیکھ کر (ناظر آسان نہیں غالباً سمجھتا ہوتا
 ”کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے تو
 ہے اُس زود پیشیاں کا پیشیاں ہونا“

حسبی، تو میرے لیے زیادہ رنج نہ کر۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ خوارِ افعال کی غلطی سے
 تیرے جسم کا رویاں وہاں پہنچی ہو رہا ہے۔ تو اتنی نادوم نہ ہو، اس سے مجھے سخت
 تکلیف ہوتی ہے۔ تو شاید یہ سمجھ رہی ہے، کہ تو نے میری غلطی کی ہے، اور اس لیے
 میرے سامنے اپنی غلطیوں پر اس قدر مسامت ہے۔ لیکن اگر تو خدا دار ہے تو کیا
 میں معصوم ہوں؟ ہرگز نہیں۔ ہم دونوں قصور وار ہیں اور برابر درجے کے۔ بلکہ
 شاید میرا جرم تیرے جرم سے زیادہ سنگین ہے۔ لیکن کس کے مجرم ہیں؟ شرف
 کے نہیں، ذوابِ باقر حسین کے نہیں، بلکہ اُس قوت کے جسکے اشارے پر یہ نظام
 عالم چل رہا ہے۔ فطرت چاہے اور سب گناہوں کو معاف کر دے، لیکن خدا
 کو کبھی نہیں معاف کرتی۔ اسکا وہ ہمیشہ سخت سے سخت انتقام لیتی ہے۔ ہر جرم
 پر ہے کہ میں نے فطرت سے بناوٹ کی، جس آئین پر نظامِ کائنات چل رہا تھا، اس
 میں نے دفعہ ڈالنا چاہا۔ جس اسلوب پر عالم کی اکیم جاری تھی اس میں نے غلط
 ڈالنے کی کوشش کی۔ اے آہ آج اس جرم کی پاداش میں مجھے اپنی جان نذر کرنی
 پڑتی ہے۔ ہاں بیشک میں نے وہی جرم کیا جسکے مجرم تھیں، فرما دو، وہ یہ ہے۔

اور مجھے سزا بھی وہی ملی، جو انھیں ملی تھی۔ اس جرم کے ارتکاب کی، اگر نہیں تو کم از کم اسکی اعانت کی سُننی تم بھی مجرم ہو۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اہتمام گیر نظرت کی تعزیر سے تم بھی نہیں بچ سکتیں۔ رویوں نے اگر جان دی تو جو لیٹ کر نہ رہا کی؟ آہ سُننی! تو نے سہارا کیا مگر کب؟ جب در قویہ بند ہو چکا تھا۔ غید آئی، مگر کس وقت؟ جب وقت آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ علمی دنیا میں اکتشافات کی حوصلہ مند یورخصت۔ دنیاوی نام و نمود کی خواہش پر غلبہ کسے خبر تھی کہ تمہارا اس قدر جلد پر سرست خاتمہ ہو گا۔ رخصت! لے نیک نیٹ مار بول لڑائی رخصت۔ میں نے تجھے دل سے معاف کیا، اور اگر کوئی، عاؤں کی سننے والی ہستی ہے تو اس سے دعا ہے کہ وہ بھی تجھے معاف کرے۔ لیکن میری تقریر کا یہ آخری غلبہ وار کلمہ، جو لوگ میری اور تیری بربادی کا باعث ہو سہیں آج سے اُنکے نصیب میں ایک گھڑی کی بھی خوشی نہیں۔ بلکہ کیا عجب کہ ملامت و تنبیہ کی زندگی کو اب چند گھنٹوں سے آگے نہ بڑھنے دے۔ مرنے والے کے بول میں قیامت کی سچائی ہوتی ہے۔

[دیوالی اپنے سینہ پر زیر کرتا ہے جسنی جو اس وقت تک بہوت کھڑی تھی، دوڑ کر بھاگتا ہوا چلی

ہے مگر گوئی ہنا کام کہ چلتی ہے، اور وسوسہ حسنی کے قدوس پر گرا کر جان و تباہ ہے آ
 حسنی (نہایت سکون و طہیمان کے ساتھ جیسے ایک پڑیا کالمتی ہوئی) خیر کچھ ہرج نہیں،
 چند سنت آگے پیچھے میں کچھ ہرج نہیں۔ اسے یہ وہ نہ رہتا تھا، جو اس واسطے خرید لیا تھا، کہ
 اگر میاں جان نے شرف کے واسطے زبردستی کی تو اب بجا بے قبول کے رقت لے لے کھا کر
 ہمیشہ کے لیے اپنی زبان بند کر تو گئی۔ کیا خبر تھی کہ آج اس سے یہ کام لیا جائیگا۔ وفا دار

یوسف مذا را، صرف چند منٹ کے لیے داؤد و شرک کے سامنے میری بیوناہوں کے شکوہ سے
خاموش رہے ہیں ابھی آکر پہلے جاتی ہوں، کہ تو نے بھی میری دنا داری کو شکوک سمجھنے
میں جلدی کی۔ [باقر حسین آتے ہیں]

باقر حسین (بہت ہی گھبرائے ہوئے) حُسنی! یہ فیر کی آواز کہاں سے آئی؟ ارے
یہ کیا یوسف کی لاش ہے؟ کیا اُس نے خود کشی کر لی!

حُسنی - جی ہاں، اور میں بھی آپ کے رخصت ہوتی ہوں۔ میاں جان میری خطا قصور
صاف کیجیے اور یا جی سے میری طرف سے ہاتھ جوڑ کے کہہ دیجیے گا، کہ وہ بھی صاف کر لیا
جو زہر میں نے کھایا ہے وہ شاید اب ایک دو منٹ سے زیادہ صحت نہ دے۔

باقر حسین (مجید گھبرا کر) ہائیں! کیا غضب ہے! کیا قرا لہی ہے۔ ارے کوئی
عظیم مسیح الملک کو فوراً..... [ایک نڈھکار مارا ہاتھ میں لیے داخل ہوتا ہے]
ارے پھینکو اس کو، فوراً عظیم مسیح! ایک کو اپنے حمرانہ لاؤ۔ ہاں! کیا غضب ہو گیا!
کہیں تار اُس جوابی تار کا جو اب تو نہیں بزدل ہو کر سکندر تو اب بھیجا تھا (تار کو کھینچتا ہے)
اُٹ، اُٹ۔ میں مر گیا۔ ہاں میرا تحت جگر مشرف، اور پھانسی!

حُسنی - میاں جان، ایک وصیت، ایک آخری التجا، مجھے یوسف کے راقم ایک
فیریں..... اب کلمہ پڑھیے [یوسف کی لاش پر گر کے جان دیتی ہے]

باقر حسین - یا الہی رحم - یا الہی تیرا قہر دیکھ لیا۔ اکلوتی جوان لڑکی، یوں میرے ساتھ
جان دے، اور میں زہرہ رہوں۔ اعلیٰ، اعلیٰ۔ جسکے واسطے سارے جوڑے

چلے، وہی یوں دو غلے، جاٹے۔ خُدا آباد سے یوسف کے ام جلی تار بھیجوا دیا،
 کہ وہ میاں سے چلا جانے اور میری کارروائیوں کے لیے میدانِ حاضریہ کو جائے
 بھولی سٹی۔ اپنی بھوٹی سٹی کو طح طرح کے قریب لیے، اُسے سناسا کر، اُسکی والدہ سے
 خوب جی بھر کے اور بھوٹی سٹی کھا کھا کر یوسف پر اتنا مات لگائے۔ پرتے بے پناہ
 قصہ اُسکے متعلق تو کروں چا کروں کی زبان سے سنو کر لے بطلب یہ تھا کہ سٹی کا دل
 یوسف کی طرف سے پھر جائے۔ ہاے میں کیا کجخت تھا۔ اپنی اولاد کو ایسے نیسے فریج
 کہ وہ بچا رہی آخر میرے فریج پر آگئی۔ تب اکبارگی میں نے ولایت جانے کا ہانا کر کے
 اُسکی شادی شرف کے ساتھ کر دی۔ آہ میری عقل پر کیسے پڑے پڑ گئے تھے۔ یوسف،
 کیا نیسے لائق، سوید لگا تھا، اگر دوست کی مرضی نے مجھے اندھا کر دیا۔ اُف، اُف
 میں اس قدر لنگھا ہوں۔ میں مرنے کو تو تیار ہوں، لیکن موت کے بعد کیا حشر ہو گا۔ کیا
 ایسے دانا۔ بھلا کیا کو خدا مانتا کر گیا۔ لیکن نہیں، کچھ فوراً مرنے چاہیے شاید
 میرے پیچھے نہ رہے۔ یہ دنیا میں ایک بھروسہ نہ تھا، نہ تھا۔ اور وہ مددِ اللہ
 میرے حال سے نہ تھی۔ کیا کہنے کو تینوں کی جان پر رحم کرنا سیکھیں۔ یہ ماننے سے مولوی
 برا۔ خدا آ رہا ہے۔ کہو کہ وہ اپنے بندوں کو سزا دے۔ تم بڑا بھگت ہو گے۔
 اتنا نہ کہیے بیٹا ہوں۔ یوسف کے رونا کی ایک فی اب نہ بھری ہوئی ہے۔
 (فریج لیتا ہے)

تصانیف مولوی عبدالماجدی

فلسفہ جذبات - جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح پر اردو میں پہلی کتاب - قیمت ۵۰
 مکالمات بریکلے - بریکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ - جس میں مکالمہ کی صورت میں
 مادیت کا ابطال کیا گیا ہے - قیمت ۵۰
 تاریخ اخلاق یورپ - پروفیسر لکبی کی پیش کتاب کا ترجمہ جو اٹھارویں صدی اور
 قبل کی معاشرت، مذہب و اخلاق کے مسلمات کا حیرت انگیز ذخیرہ ہے قیمت ۵۰
 پیام امن - موسیو پیرڈو پال فرامیسی کے خیالات و رہنمائی امن عالم اور اخوت انسانی
 و خوش آشنائی و دل یورپ کی ترجمانی ہے اس کے بعد مترجم کا قابل، قدردان و چھپر
 انہیں مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے - قیمت ۵۰
 تصوف الہام - یعنی اسلامی تصوف کا عطر اکابر و فقیہ کی تصانیف سے قیمت ۵۰
 شہنوی بحر محبت - شیخ مصطفیٰ کی نابینائی مع سوانح عمری و حواشی وغیرہ قیمت ۱۲
 فلسفیانہ مضامین - اردو داں طبقے کو فلسفہ جدید سے روشناس کرنے کے لیے
 یہ قابل قدر مضامین وقتاً و مقاماً رسالہ المناظر میں شائع ہوئے تھے - مجلہ کے آخر میں
 فلسفیوں کی مختصر سوانح عمریاں اور معلومات فلسفہ کی فرہنگ لگئی ہے - قیمت ۵۰
 غذائے انسانی - صنعت کا ایک بالکل ابتدائی مضمون - قیمت ۳۰
 فلسفہ کا پتہ :- المناظر کب آئیں گی - لکھنؤ

